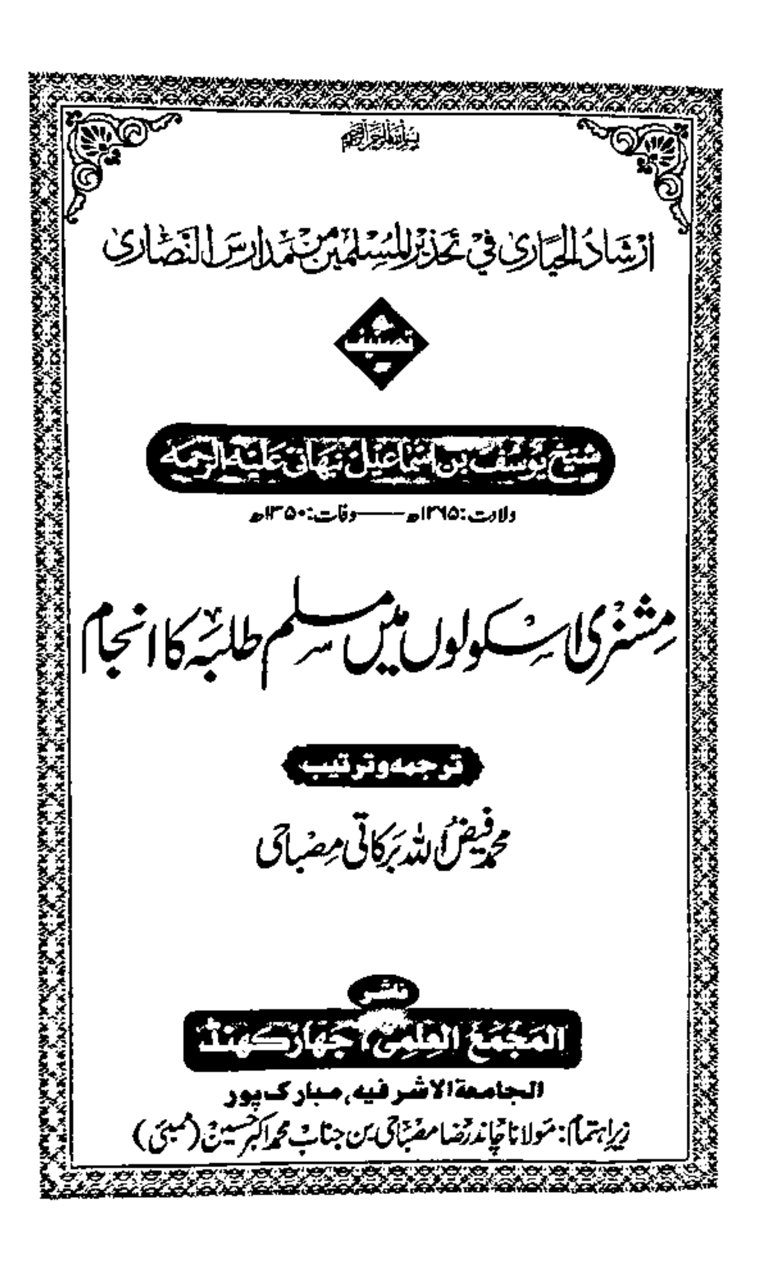


ارشاد الحیاری فی تحذیر المسلمین من مدارس النصاری
تصنیف
شیخ یوسف بن اسماعیل نبہانی علیہ الرحمہ
مشنری اسکولوں میں مسلم طلبہ کا انجام
ترجمہ و ترتیب
محمد فیض اللہ برکاتی مصباحی
ناشر
المجمع العلمی، جھارکھنڈ



بسم اللہ الرحمن الرحیم

ارشاد الحیاری فی تحذیر المسلمین من مدارس النصاری

تصنیف

شیخ یوسف بن اسماعیل نبہانی علیہ الرحمہ

ولادت: ۱۲۶۵ھ ——— وفات: ۱۳۵۰ھ

مشنری اسکولوں میں مسلم طلبہ کا انجام

ترجمہ و ترتیب

محمد فیض اللہ برکاتی مصباحی

ناشر

المجمع العلمی جھارکھنڈ

الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور

زیر اہتمام: مولانا چاند رضا مصباحی بن جناب محمد اکبر حسین (ممبئی)

جملہ حقوق بحق مترجم محفوظ

نام کتاب: "ارشاد الحیاریٰ فی تحذیر المسلمین من مدارس النصاریٰ"

تصنیف: علامہ شیخ یوسف بن اسماعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم: مشنری اسکولوں میں مسلم طلبہ کا انجام

ترجمہ: محمد فیض اللہ برکاتی مصباحی

تصحیح: حضرت مولانا محمد عارف اللہ، فیضی مصباحی، شیخ الادب
مدرسہ فیض العلوم، محمد آباد گوہنہ

نظر ثانی و تقدیم: حضرت مولانا محمد عرفان عالم مصباحی دام ظلہ العالی
استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ

زیرِ اہتمام: مولانا چاندرضا مصباحی، بن جناب محمد اکبر حسین صاحب
(ممبئی)

کمپوزنگ: مولانا لئیق الدین مصباحی و مولانا محمد ساجد حسین مصباحی

بموقع: عرسِ حافظ ملت و جشن دستار فضیلت، یکم جمادی الآخرہ
۱۴۳۵ھ مطابق ۲/اپریل ۲۰۱۴ء

صفحات:

تعداد اشاعت: ۱۱۰۰

قیمت:

مطبع:

ملنے کا پتہ

المجمع العلمی (جھارکھنڈ) الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ (یوپی)

موبائل نمبر: 09661884736 - 09651913675

فہرست کتب

تہدیہ

سلسلۂ قادریہ

محبوبِ سبحانی ابو محمد محی الدین شیخ سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

(وفات: ۵۶۱ھ)

سلسلۂ چشتیہ

ملک المشائخ شیخ ابو اسحاق شامی چشتی رحمۃ اللہ علیہ

(وفات: 329ھ)

سلسلۂ نقش بندیہ

قطب الاولیا شیخ بہاء الدین نقش بندی رحمۃ اللہ علیہ

(وفات: 791ھ)

سلسلۂ سہروریہ

شیخ الشیوخ ضیاء الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ

(وفات: 563ھ)

بانیانِ سلاسل اربعہ کے نام منسوب

جن کی مساعی جمیلہ سے اسلام کی ترویج واشاعت ہوئی

تیری نسلِ پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا

تو ہے عینِ نور تیرا سب گھرانا نور کا

(اعلیٰ حضرت)

احقر العباد: محمد فیض اللہ برکاتی، مصباحی

مقام برکات نگر، چَوبے، ضلع ہزاری باغ (جھارکھنڈ)

موبائل نمبر: 09651913675

شرفِ انتساب

حافظ ملت حضرت علامہ شاہ عبدالعزیز محدث مراد آبادی
علیہ الرحمۃ والرضوان
بانی الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور اعظم گڑھ
(ولادت: ۱۳۱۲ھ/۱۸۹۴ء—وفات: ۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء)

و

جملہ اکابر اہل سنت کے نام
جنھوں نے خالصاً لوجہ اللہ
دین متین کی حفاظت وصیانت کے لیے اپنا خونِ جگر بہایا

و

برائے ایصالِ ثواب
جدامجد محمد سفر علی—ملیدن خاتون، رسولہ خاتون
طیبۃ النساء وجملہ اہل خاندان
گر قبول افتد زہے عزّ وشرف

احقر العباد:
محمد فیض اللہ برکاتی، مصباحی
مقام برکات نگر، چوَبے، ضلع ہزاری باغ (جھارکھنڈ)
موبائل نمبر: 09651913675

آغاز سخن

اللہ تعالیٰ کا بے پناہ کرم واحسان ہے کہ اس نے ہمیں علم دین کی دولت سے سرفراز فرمایا۔ از ہر ہند الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور میں علم دین حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائی جہاں ابوالفیض حافظ ملت علامہ شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ محدث مراد آبادی کی روحانی عنایتوں کے سایے میں رہ کر با صلاحیت اور مہربان اساتذہ کی بارگاہ سے ہمیں اکتساب فیض کا سنہرا موقع ملا اور میں نے ان کے چشمۂ علم وفضل سے خوب سیرابی حاصل کی۔ بحمدہ تعالیٰ امسال عرس عزیزی کے موقع پر مجھے دستار فضیلت سے نوازا جائے گا۔

طلبۂ اشرفیہ میں یہ روایت پچھلے کئی سالوں سے چلی آرہی ہے کہ وہ دستار بندی کے موقع پر کوئی کتاب یا رسالہ ترتیب دے کر یا کسی کتاب کا ترجمہ کر کے زیور طبع سے آراستہ کرتے اور شائع کرتے ہیں۔ میری بھی خواہش تھی کہ فراغت کے سال اس کار خیر میں شریک ہو جاؤں۔ اسی پاکیزہ جذبے کے تحت میں نے انجینئر سید فضل اللہ چشتی صابری مدظلہ العالی سے رابطہ کیا، آپ نے فضیلۃ الشیخ علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ”ارشاد الحیاریٰ فی تحذیر المسلمین من مدارس النصاریٰ“ کا ترجمہ کرنے کا مشورہ دیا۔ اور فرمایا: اب تک اس کتاب کا اردو ترجمہ نہیں ہوا ہے جب کہ اس کی سخت ضرورت ہے۔

کتاب موصول ہونے کے بعد میں نے اس کا بغور مطالعہ کیا۔ دوران مطالعہ مجھے بھی احساس ہوا کہ واقعی اس کا اردو ترجمہ ہونا چاہیے تاکہ عربی زبان نہ جاننے والے بھی اس سے استفادہ کر سکیں اور انھیں یہ معلوم ہو جائے کہ عیسائی، اسلام کو نیست ونابود کرنے اور مسلمان بچوں کو اسلام سے دور کرنے کے لیے کیا کیا ہتھکنڈے استعمال کرتے ہیں۔

یہ ایک زمینی سچائی ہے کہ عیسائی اپنے مذہب کی ترویج واشاعت اور دین اسلام کی بیخ کنی میں ہر ممکن حربے استعمال کرتے ہیں۔ وہ مسلمان کے کٹر دشمن ہیں۔ لیکن افسوس! آج بہت سے

مسلمان، ان اسلام دشمن عیسائیوں کے ناپاک ارادوں سے بے خبر ہیں اور دنیا طلبی میں اپنے ایمان و اسلام کی پرواہ کیے بغیر بڑی تیزی سے مشنری اسکولوں، عیسائی کالجوں اور کانوینٹوں میں اپنے بچوں کا داخلہ کرا رہے ہیں۔ اور انھیں اس کی کوئی فکر نہیں ہے کہ ان اسکولوں میں پڑھنے کے بعد بچہ اپنا دین وایمان کھو بیٹھتا ہے اور فانی دنیا کے چکر میں آخرت کی ابدی سعادتوں سے محروم ہو جاتا ہے۔

میرے ایک قریبی دوست نے بتایا کہ عیسائی اپنے اسکولوں میں پڑھنے والے مسلم بچوں کے ایمان وایقان متزلزل کرنے کے لیے مختلف طریقے اپناتے ہیں۔ ان کے دلوں سے اسلام کی محبت نکالنے اور اسلامی عقائد میں شکوک و شبہات پیدا کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرتے۔ وہ مسلم بچوں سے کہتے ہیں: تم مسلمان ہو، چلو اپنے اللہ اور اپنے پیغمبر محمد (ﷺ) سے چاکلیٹ مانگو۔ ان کے کہنے کے مطابق بچے چاکلیٹ مانگتے ہیں، مگر نہیں ملتا۔ اب عیسائی کہتے ہیں: عیسیٰ مسیح سے مانگو، جوں ہی بچے چاکلیٹ مانگتے ہیں، اسلام دشمن عیسائی بٹن دباتے ہیں اور پہلے ہی سے ریموٹ (Remot) کے ذریعہ سیٹ کیا ہوا چاکلیٹ اوپر سے گرنے لگتا ہے۔ اس طرح عیسائی، مسلمان بچوں کے سامنے اسلام کو کمزور بتا کر ان کے دلوں میں اسلام کے صحیح ہونے میں شک پیدا کر دیتے ہیں اور بچے اسی کے مطابق پروان چڑھتے ہیں اور ایمانی دولت سے محروم ہو کر دائمی عذاب کے مستحق ہو جاتے ہیں۔

اس کتاب میں اس سے ملتے جلتے کئی واقعات بیان کیے گئے ہیں اور عیسائیوں کے ان منصوبوں پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے جن کے پیش نظر وہ مشنری اسکول کھولتے ہیں اور مسلمان بچوں اور بچیوں کا داخلہ لے کر اسلام کے خلاف ان کی ذہن سازی کر کے ان کے دلوں میں بگاڑ کی تخم ریزی کرتے ہیں۔

ترجمہ کرنے سے پہلے میں نے یہ کتاب استاذ گرامی صدر العلماء حضرت علامہ محمد احمد مصباحی صدر المدرسین جامعہ اشرفیہ، مبارک پور کو دکھایا، کتاب پڑھنے کے بعد آپ نے اس کتاب کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا: ''اس کا ترجمہ کر ڈالو'' پھر کیا تھا استاذ گرامی کا حکم پاتے ہی میں اس میں ہمہ تن مصروف ہو گیا۔ دوران ترجمہ جہاں کہیں دشواری محسوس کرتا حضرت کی بارگاہ میں رجوع کر کے اسے حل کر لیتا۔ میں بے حد ممنون و مشکور ہوں حضرت کا کہ انھوں نے اس

کتاب کو اردو جامہ پہنانے میں میری رہ نمائی فرمائی اور اس کا اردو نام ”مشنری اسکولوں میں مسلم طلبہ کا انجام“ رکھ کر میری حوصلہ افزائی فرمائی۔ اللہ تعالیٰ ان کی عمر دراز فرمائے اور ہمیں ان کے علم و فضل کا وافر حصہ عطا فرمائے۔

حضرت علامہ عارف اللہ فیضی مصباحی، استاذ و شیخ الادب مدرسہ فیض العلوم محمد آباد، نے کرم فرمایا اور اپنے بیش قیمت اوقات سے کچھ حصہ نکال کر اس کی تصحیح فرمائی اور اسے قابل اشاعت بنایا نیز ایک وقیع تقریظ لکھ کر میری حوصلہ افزائی فرمائی۔

حضرت علامہ مفتی محمد انور نظامی مصباحی، نائب قاضی ادارۂ شرعیہ، جھارکھنڈ نے اس کتاب پر تقریظ جلیل لکھ کر ہماری کوشش کو سراہا۔

استاذ گرامی حضرت مولانا محمد عرفان عالم مصباحی، استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور نے اس کتاب کو پڑھا، مفید مشوروں سے نوازا، ذیلی عنوانات قائم کیے اور گراں قدر مقدمہ تحریر فرما کر ہماری پیش کش کو سند اعتبار فراہم کیا۔

انجینئر سید فضل اللہ چشتی مدظلہ العالی نے مجھے عربی کتاب عنایت فرمائی اور اردو ترجمہ کی رغبت دلائی۔

میں ان بزرگوں اور کرم فرماؤں کی ذرہ نوازی اور کرم فرمائی پر دل کی اتھاہ گہرائیوں سے شکر گزار اور احسان مند ہوں اور ان کی بارگاہوں میں گلہائے تشکر و امتنان پیش کرتا ہوں، جن کی خاص عنایتوں نے میری اس کوشش کو قابل اشاعت بنایا۔

مذکورہ بالا علما اور اساتذہ کی اصلاحات اور نظر ثانی کی بنا پر امید ہے کہ لوگوں میں اس کتاب کو پذیرائی حاصل ہوگی، دوران مطالعہ اگر کوئی خامی نظر آئے تو مطلع فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں اور اسے میری علمی کم مائگی اور قصور نظر پر محمول فرمائیں اور خوبیوں کو ان بزرگوں کی اصلاحات کا نتیجہ سمجھیں۔

بڑی ناانصافی ہوگی اگر ہم ان احباب کو بھول جائیں جنھوں نے اس کتاب کے اشاعتی مراحل اور تبییض و پروف وغیرہ میں ہمارا ساتھ دیا، ان کے اسما درج ذیل ہیں: (۱) مفتی محمد امام الدین مصباحی (گریڈیہ) (۲) مولانا چاند رضا مصباحی (ہزاری باغ) (۳) مولانا محمد گلریز رضا مصباحی (ویشالی) (۴) مولانا دلشاد احمد مصباحی (دیوگھر) (۵) مولانا نوشاد عالم مصباحی (گڈا) (۶) مولانا صغیر

احمد مصباحی (ہزاری باغ) (۷)مولانا محمد جاوید رضا مصباحی (بوکارو)(۸) مولانا محمد احمد جامی مصباحی (ہزاری باغ) (۹)مولانا محمد اظہرالدین مصباحی (گریڈیہ) (۱۰) مولانا غلام ربانی مصباحی (ہزاری باغ) (۱۱)مولانا فصیح الرحمٰن مصباحی (ویشالی)(۱۲)مولانا سرور عالم مصباحی (ویشالی)(۱۳)مولانا غلام نبی مصباحی (ویشالی)

اخیر میں ہم ''المجمع العلمی'' کے ارکان اور ان تمام حضرات کا شکریہ ادا کرتے ہیں جنھوں نے اس کتاب کی اشاعت میں ہماری مدد فرمائی بالخصوص اپنے والدین کریمین کا جنھوں نے ہماری تعلیم میں خاص توجہ فرمائی اور جن کے دعاؤں کے صدقے مجھے یہ مقام ملا۔اور اپنے کرم فرما مولانا چاند رضا کے والد گرامی جناب محمد اکبر حسین صاحب کے لیے دعا گو اور ان کا میں صمیم قلب کے ساتھ شکر گزار ہوں جن کے مالی تعاون سے یہ کتاب منظر عام پر آئی۔

رب کریم کی بارگاہ میں دعا ہے کہ میری اس حقیر خدمت کو شرف قبول سے نوازے اور مجھے خدمت دین متین کی توفیق مرحمت فرمائے۔آمین۔

بجاہ النبی الکریم علیہ و علیٰ الہٖ و صحبہ افضل الصلوۃ و التسلیم.

احقرالعباد:
محمد فیض اللہ برکاتی، مصباحی
مقام برکات نگر، چوبے، ضلع ہزاری باغ (جھارکھنڈ)
موبائل نمبر: 09651913675

مصنف کی مختصر سوانح حیات

از: محمد فیض اللہ برکاتی، مصباحی

علامہ شیخ محمد یوسف بن اسماعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی ان نابغۂ روزگار شخصیتوں میں سے ایک ہے جنھوں نے اپنے علم و فضل اور دینی غیرت و حمیت کے ساتھ دین اسلام اور اس کے ماننے والوں کے ایمان و یقین کے تحفظ و بقا میں کلیدی کردار ادا کیا۔ اسلام دشمن عناصر کے داخلی اور خارجی فتنوں کی سرکوبی کے لیے نوک قلم سے تلوار کا کام لیا اور ہر محاذ پر امت مسلمہ کی مسیحائی فرمائی۔

آپ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ عنہ کے ہم عصر تھے، اس لیے اس کے ہم دوش ہو کر مذہب اہل سنت و جماعت کی ترویج و اشاعت اور مذاہب باطلہ کے رد و ابطال میں آپ نے نمایاں خدمات انجام دیں اور بے شمار بھولے بھالے مسلمانوں کے ایمان و عمل کی حفاظت و صیانت فرما کر انھیں گمراہی کے دلدل میں پھنسنے سے بچا لیا۔

پیدائش: ۱۲۶۵ھ بمطابق ۱۸۴۹ء ارض فلسطین کے شمال میں واقع "اجزم" نامی گاوں میں پیدا ہوئے۔

نبہانی: نبہانی میں یائے نسبتی ہے۔ بنو نبہان ایک قبیلہ ہے۔ آپ اسی قبیلے سے ہیں، اس لیے آپ کو نبہانی کہا جاتا ہے۔

تعلیم و تربیت: آپ کے والد گرامی شیخ اسماعیل بن یوسف نبہانی ایک جید عالم دین اور خدا رسیدہ بزرگ تھے۔ آپ نے قرآن پاک اپنے والد سے پڑھا اور ان ہی کی آغوش تربیت میں پروان چڑھے۔

جب آپ کی عمر سترہ سال ہوئی تو والد محترم نے اعلیٰ تعلیم کے لیے مصر بھیجا جہاں آپ یکم محرم الحرام ۱۲۸۳ھ میں مشہور یونیورسٹی الازہر میں داخل ہوئے۔ اور تقریباً ساڑھے چھ سال تک اساطین امت اور علمائے اسلام سے اکتساب فیض کرتے رہے۔ (حجۃ اللہ علی العالمین (مترجم)

ص:۲۱،مطبع:برکات رضا،پور بندر گجرات)

جن اساتذہ کے چشمۂ صافی سے آپ نے سیرابی حاصل کی،ان چند کے اسمایہ ہیں:(۱)علامہ سید محمد دمنہوری(۲)شیخ ابراہیم(۳)شیخ احمد شافعی(۴)شیخ حسن(۵)مالکی(۶)علامہ شمس الدین محمد انبانی(۷)علامہ عبدالقادر رافعی،حنفی(۸)علامہ شیخ یوسف حنبلی۔

زیور علم وفن سے آراستہ ہونے کے بعد آپ استانہ چلے گئے جہاں آپ جریدہ "الجوائب" سے وابستہ ہوگئے۔پھر ایک عرصہ تک شعبۂ قضا سے منسلک رہے،یہاں تک کہ بیروت میں وزات قانون وانصاف کے سربراہ بن گئے اور بیس سال سے زیادہ مدت تک اس عظیم منصب پر فائز رہے۔عمر کے آخر حصے میں مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور وہیں عبادت وریاضت اور تصنیف وتالیف میں مشغول ہوگئے۔

تصنیفی خدمات: اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے پناہ علم وفضل سے نوازا تھا،آپ ایک ماہر مصنف تھے،آپ کی تحریری کاوشوں کا میدان بہت وسیع ہے۔آپ کے قلم حق رقم سے تقریبًا پچاس کتب ورسائل وجود میں آئے۔

آپ کی چند مشہور تصنیفات یہ ہیں:

(۱)الفتح الکبیر فی ضم الز یادات الی الجامع الصغیر.

(۲)قرۃ العینین علیٰ منتخب الصحیحین.

(۳)افضل الصلوت علیٰ سید السادات ﷺ.

(٤)حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المر سلین.

(٥)ارشادالحیاریٰ فی تحذیر المسلمین من مدارس النصاری (زیر نظر کتاب کا ترجمہ)

(٦)سعادۃالدار ین فی الصلوۃ علیٰ سید الکو نین.

(٧)سبیل النجاۃ.

(٨)ھادی المر ید الیٰ طرق الاسانید.

(٩)وسائل الاصول الیٰ شمائل الرسول.

(١٠)شواھدالحق فی الاستغاثہ بسید الخلق

آپ قادر الکلام شاعر بھی تھے، شعر گوئی میں آپ کو کمال حاصل تھا۔ آپ نے اپنی شاعری کے ذریعہ عقائد حقہ کو واضح فرمایا اور دین سے سرتابی کرنے والوں کا سر کچل کر رکھ دیا۔

آپ کے زمانے میں دشمن اسلام، نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی شان گھٹانے اور آپ کے فضائل و کمالات مٹانے کی ناپاک کوشش کر رہے تھے، اور بہت سی اسلام مخالف تحریکوں نے اپنا سر ابھار رکھا تھا، آپ اپنی زبان و قلم کو ہتھیار بنا کر ان سے نبرد آزما ہوئے اور نظم و نثر کے ذریعہ ان کے ناپاک عزائم اور فتنوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا نیز تجدد پسند اور باطل پرست تحریکوں کو موت کی نیند سلا دیا۔

فن شاعری میں آپ کے قادر الکلامی کی منہ بولتی تصویر مندرجہ ذیل کتابیں ہیں:

(١)النظم البديع فی مو لد الشفيع. (٢)الهمز ية الالفيه(طيبة الغراء)فی مدح سيد الانبياء. (٣) قصيدة سعادة المعادفی موازنة بانت سعاد. (٤) قصيدة الرائية الكبری. (٥)الرائية الكبری فی ذم البدعة و مدح السنة الغراء.

وفات: ۱۳۵۰ھ بمطابق ۱۹۳۲ء میں علامہ نبہانی رحمۃ اللہ علیہ نے دار آخرت کے لیے رخت سفر باندھا اور بیروت میں آسودۂ خاک ہوئے۔

تقریظ جلیل

حضرت علامہ ومولانا عارف اللہ فیضی مصباحی
شیخ الادب، مدرسہ عربیہ فیض العلوم، محمد آباد گوہنہ، ضلع مئو

پیش نظر کتاب "مشنری اسکولوں میں مسلم طلبہ کا انجام"، لبنان کے ایک مشہور و متبحر عالم دین حضرت علامہ شیخ یوسف بن اسمٰعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک گراں قدر تصنیف "ارشاد الحیاریٰ فی تحذیر المسلمین من مدارس النصاریٰ" کا اردو ترجمہ ہے۔

حضرت نبہانی علیہ الرحمہ نے اس میں ان مفاسد و مضرات اور برے نتائج و ثمرات کا جائزہ لیا ہے جو ایسے عیسائی اسکولوں اور تعلیمی اداروں میں مسلمان بچوں کو بڑھانے سے مرتب ہوتے ہیں جہاں عصری علوم وفنون کی تعلیم کے ساتھ عیسائی مذہب کی تعلیم دی جاتی اور مسلمان بچوں کو عیسائی بچوں کے ساتھ گرجاگھروں میں جاکران کے طرز پر عبادت کرنی پڑتی ہے۔

ظاہر ہے کہ بچوں کے دل صاف وشفاف کورے کاغذ کی طرح ہوتے ہیں جس پر اچھا برا کوئی بھی نقش ثبت کیا جاسکتا ہے اس لیے جب وہ بچپن ہی سے اپنے مذہب وعقیدہ کے لیے تباہ کن ماحول میں پرورش پائیں گے تو اس کے رنگ میں رنگ جائیں گے اور جب اپنی قیمتی زندگی کا اچھا خاصا حصہ گزار کر وہاں سے باہر آئیں گے تو یقینی طور پر وہ نہ صرف اپنی تہذیب وتمدن اور اپنے سماج سے بے زار اور اس سے الگ تھلگ ہو چکے ہوں گے بلکہ اپنے دین ومذہب کا قلادہ بھی اپنی گردنوں سے اتار چکے ہوں گے۔

بس یوں سمجھ لیجیے کہ مسلم خاندانوں میں ان کا وجود تنِ مشرق میں روحِ مغرب کے نمائندے کی حیثیت سے ہوگا جو صرف دینِ مسیح، مغربی تہذیب وتمدن اور شترِ بے مہار کی طرح آزاد سماج ہی کو پسند کرے گا۔

نظر برآں ایک مسلمان کا اپنے بچوں کو ایسے اسکولوں میں داخل کرانا حرام وگناہ اور کفر انجام ہوگا۔ اور مسلمانوں کی اجتماعی ذمہ داری ہوگی کہ داخلہ کرانے والے مسلمانوں کو اس طرح

کے اقدام سے روکنے کی کارگر تدابیر اختیار کرے تاکہ دینِ اسلام و تمدنِ اسلام سے بچوں کی وابستگی قائم رہے۔

عزیز گرامی قدر مولانا محمد فیض اللہ صاحب ازہر ہند الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور کے درجۂ ثامنہ کے طالب علم ہیں جو مدرسی تعلیم کا آخری سال ہے۔ انھوں نے سوچا کہ ایسے مبارک اور پر مسرت موقع پر اپنے اعزہ واقربہ اور اپنے دوست واحباب کو کوئی ایسا دیرپا اور قیمتی تحفہ بھی دیں جس سے ان کو لذتِ کام ودہن تو حاصل نہ ہو لیکن ان کے اندر اگر کوئی کج فکری یا بے راہ روی ہو تو وہ انھیں اس سے متنبہ کرنے کے ساتھ اس پر قدغن بھی لگا سکے اور دشمنانِ اسلام کی ریشہ دوانیوں سے آگاہ کر کے انھیں ایک مفید اور نتیجہ خیز راہ عمل متعیّن کرنے میں مدد دے۔ چناں چہ انھوں نے اس کتاب کا سلیس اردو میں ترجمہ کیا۔

ترجمہ کا کام تصنیف سے بھی زیادہ اہم اور دشوار ہے۔ کیوں کہ اس میں دو مختلف زبانوں میں مکمل عبور کے ساتھ اس موضوع سے بھی گہری واقفیت ضروری ہے جس پر مصنف کا راہوارِ قلم حرکت میں آیا ہے۔

مجھے بڑی مسرت ہے کہ مولانا نے اس خارزار وادی سے سلامتی کے ساتھ نکلنے میں بڑی حد تک کامیابی حاصل کی ہے۔

میں نے اپنی بساط بھر اس میں در آنے والے اغلاط اور خامیوں کی اصلاح کر دی ہے۔

دعا گو ہوں کہ مولائے کریم اپنے حبیب پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقے میں موصوف کو اسی طرح کے مفید کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے، انھیں عمر دراز سے نوازے اور دینِ اسلام و مذہبِ اہل سنت کا سچا خادم و نمائندہ بنائے۔ آمین۔

محمد عارف اللہ المصباحی
مدرسہ عربیہ فیض العلوم
محمد آباد گوہنہ، ضلع، مئو
۱۵؍ مارچ ۲۰۱۴ء

نقوش فکر

حضرت علامہ مفتی محمد انور نظامی مصباحی، نائب قاضی ادارۂ شرعیہ (جھارکھنڈ)

علم انسانوں کی وہ خوبی ہے جس کی بنیاد پر وہ دیگر مخلوقات سے ممتاز ہے۔ علم ہی کی وجہ سے حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ السلام کو فرشتوں پر فضیلت حاصل ہوئی۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ عزو جل نے علم وجہل کے مابین واضح فرق کی جانب یوں رہنمائی فرمائی۔

هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ. (الزمر: ۹)

"کیا وہ لوگ جو علم والے ہیں اور جو لوگ علم والے نہیں ہیں برابر ہو سکتے ہیں؟" یعنی برابر نہیں ہو سکتے۔

ہادی عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے علم کی اہمیت یوں بتائی۔

طلب العلم فريضة على كل مسلم. (مشكوٰة المصابيح، كتاب العلم، ص: ٣٤، مجلس بركات، جامعه اشرفيه، مبارك پور)

ہر مسلمان پر علم دین حاصل کرنا فرض ہے۔

اطلبوا العلم ولو بالصين. (شعب الايمان، ج: ٢، ص: ٢٥٣)

علم حاصل کرو اگرچہ چین جانا پڑے۔

علم کے مراکز ہر زمانے میں بدلتے رہے ہیں۔ حالات زمانہ اور انسانی حوائج نے علم کے جدید طریقے اور نئے سرچشموں کی ایجاد میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی ہے۔

موجودہ دور میں سائنس، ٹکنالوجی نے ترقی کی ہے۔ اور انگریزی تعلیم ہر شعبۂ زندگی میں حاوی ہوتی جا رہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دور حاضر میں انگلش کی تعلیم دین و مذہب کی تبلیغ و اشاعت کے لیے بھی ناگزیر ہوتی جا رہی ہے۔ دنیاوی ضروریات کے لیے انگریزی تعلیم کی حیثیت لازمی صورت اختیار کر گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انگلش میڈیم اسکولوں کی پذیرائی ہر معاشرے میں ہو رہی ہے۔ اور بلا تفریق مذہب و ملت لوگ اپنے بچوں کو انگلش اسکولوں میں داخل کر رہے ہیں- اور اس خصوص میں عیسائی مشنری اسکول سب سے آگے ہیں، ان کے بعد ڈی۔اے۔وی۔(D A V) اسکول اور آر ایس ایس کے سرسوتی ششو مندر ہیں، جن

کے بارے میں یہ خیال کیا جاتا ہے کہ ان کا معیارِ تعلیم بلند ہے۔ جس کی وجہ سے ہر مذہب کے لوگ اپنے بچوں کو ان میں داخل کرتے ہیں۔

تاہم بہت کم افراد یہ جانتے ہیں کہ وہاں تعلیم کے ساتھ بدمذہبیت، کج فکری اور بے عملی کا مسموم زہر ان کے دل و دماغ میں گھولا جاتا ہے۔

ایسے حالات میں جب کہ انگلش کی تعلیم زندگی کے لیے لازمی تصور کی جارہی ہے، اور جو اسکول اس نام پر مقبول ہیں وہاں سے گمرہی جنم لے رہی ہے، مسلم طلبہ کی صحیح تعلیم و تربیت کا انتظام کیسے ہو؟

ہم ان مروجہ اسکولوں کی اصلاح نہیں کر سکتے۔ وہاں دین اسلام کی تعلیم کا اہتمام نہیں ہو سکتا۔ نہ ہی ہم یک لخت تمام مسلمانوں کے بچوں کو روکنے پر قادر ہیں۔ اگر ان کو روکا جا سکتا ہے تو فقط ان اسکولوں کا نعم البدل دے کر ہی۔ لہٰذا مشن اسکولوں یا دیگر گمراہ اداروں سے بچوں کو بچانے کا ایک راستہ یہی ہے کہ ہمارے لوگ بھی بہتر معیار تعلیم کے ساتھ ایسے انگلش اسکولوں کا انتظام کریں جہاں اسلامیات کی تعلیم معتد بہ مقدار میں دی جائے اور اسکول کا معیار خوب سے خوب تر ہو تا کہ مسلمان اپنے بچوں کا داخلہ بہ رغبت ان میں کرائیں۔ اور مشنری اسکولوں کے بچوں سے کسی طرح بھی ہمارے بچے پیچھے نہ رہیں۔ مدارس میں پرائمری سطح تک اسکولی مضامین بھی داخل ہوں۔

زیر نظر رسالہ "مشنری اسکولوں میں مسلم طلبہ کا انجام" ایک عربی رسالے کا اردو ترجمہ ہے۔ عزیز گرامی حضرت مولانا حافظ محمد فیض اللہ برکاتی مصباحی قابل مبارک باد ہیں کہ انھوں نے اس رسالے کو اردو کا جامہ پہنانے کے لیے کافی محنت کی ہے۔ اور کوشش کی ہے کہ لفظی کے بجاے بامحاورہ ترجمہ ہو۔ اور اس میں وہ کافی حد تک کامیاب بھی ہیں۔ مولانا موصوف ہزاری باغ ضلع کے ایک گاوں (چوبے) کے رہنے والے ہیں محنتی ہیں اللہ تعالیٰ نے ذہانت و فطانت سے نوازا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ از ہر ہند جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں اپنی جماعت میں ممتاز رہے ہیں۔ اس سال (۲۰۱۴ء) میں ان کی دستار فضیلت ہے مولیٰ تعالیٰ موصوف کی اس قلمی خدمت کو قبول فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ.

محمد انور نظامی مصباحی
نائب قاضی ادارۂ شرعیہ جھارکھنڈ۔
کٹکھر اسودن ضلع ہزاری باغ جھارکھنڈ۔
جمعرات ۴؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ/۶؍ مارچ ۲۰۱۴ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ علیٰ جمیع نعمہ ولا سیما نعمۃ الایمان والاسلام، والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیدنا محمد سیدالرسل الکرام، وافضل من ھدی اللہ بہ الانام، و علیٰ آلہ و اصحابہ الائمۃ الاعلام. اما بعد:

بلا شبہہ ملت اسلامیہ اور امت محمدیہ ﷺ کے لیے سب سے بڑی مصیبت جو ان دنوں بیشتر اسلامی ملکوں میں پائی جا رہی ہے، وہ یہ ہے کہ کچھ ناسمجھ مسلمان دنیاوی تعلیم حاصل کرنے اور انگریزی زبان سیکھنے کی غرض سے اپنے بچوں کو عیسائی اسکولوں میں داخل کراتے ہیں اور اس ضمن میں بچے عیسائی مذہب بھی سیکھتے ہیں اور عیسائی بچوں کے ساتھ ان کی مذہبی عبادتوں میں بھی شریک ہوتے ہیں جو کہ صریح کفر ہے جس سے اللہ تعالیٰ، ہمارے نبی محمد ﷺ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی راضی نہیں ہیں۔

وہ کثیر اسلامی مدارس، جن کی تعداد سیکڑوں اور ہزاروں سے بھی متجاوز ہے، جنھیں خلیفۂ عصر، سلطان اعظم امیر المومنین حضرت سلطان غازی عبدالحمید خاں ثانی (اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ سے اسلام اور مسلمانوں کو سربلند فرمائے اور ان کو ہمیشہ غالب نصرت اور روشن فتح سے نوازے) نے اپنے تمام ممالک محروسہ میں کھول رکھے ہیں، ان کے ہوتے ہوئے ان اسکولوں کی کوئی ضرورت نہیں ہے جنھیں عیسائیوں اور فرنگیوں نے اسلامی ملکوں میں مسلمانوں کے بچوں کو گمراہ کرنے کے لیے کھول رکھا ہے۔

یقیناً سلطان غازی عبدالحمید خاں ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ تعالیٰ کی مدد، اس کے حسن توفیق اور نبی اعظم ﷺ کی روحانی مدد سے اپنے دارالخلافہ قسطنطنیہ میں، اور اپنی سلطنت عثمانیہ کے تمام ملکوں میں (اللہ تعالیٰ انھیں ہر طرح کی مصیبت سے محفوظ رکھے) جو تعلیم گاہیں کھولی ہیں، وہ مسلمانوں کو اس سے بے نیاز کر دیتی ہیں کہ وہ دینی یا دنیوی علم حاصل کرنے یا مشرقی اور مغربی کوئی بھی زبان سیکھنے کے لیے عیسائی اسکولوں کا رخ کریں۔ سلطان کی یہ ساری کوشش اس جذبے کے تحت ہے کہ مسلمانوں کا دین بھی محفوظ رہے اور دنیا بھی۔ وہ (اللہ تعالیٰ ان کی مدد فرماتے ہوئے انھیں اپنے حفظ و امان میں رکھے) تمام مسلمانوں کے لیے نہ صرف ایک نہایت مہربان باپ کے

درجے میں ہیں، بلکہ ان سے کہیں زیادہ اس بات کے خواہش مند ہیں کہ ان کی اولاد کی اچھی تربیت اس شرعی طریقے پر ہو جو دین و دنیا کی سعادت اور اسلامی عقائد کی سلامتی کا جامع ہو۔ الحمد لله علی ذلك.

جب میں نے یہ صورت حال دیکھی اور مجھے یقین ہو گیا کہ جس مسلمان نے بھی ان فرنگی اسکولوں میں اپنے بچے کا داخلہ کروایا، یقیناً اس نے اپنے آپ کو اور اپنے بچے کو ہلاکت کے عظیم ترین غار میں ڈال دیا، اور جب میں نے یہ جان لیا کہ میرے لیے بلکہ کسی بھی مسلمان کے لیے یہ روا نہیں کہ ان منکرات پر خاموشی اختیار کرے جو مذہب اسلام اور امت مسلمہ کے لیے سب سے بڑی مصیبت ہیں، تو میں نے یہ کتاب ترتیب دی۔ یہ کتاب میرے ان تمام مسلمان بھائیوں کے لیے نفع بخش ہے جو اسے قبول کریں اور اس کی باتوں پر توجہ دیں، اس کتاب کے ذریعہ میں بقیہ ممالک کے ان تمام لوگوں کو (اللہ تعالیٰ کے عذاب سے) ڈراتا ہوں جن تک یہ کتاب پہنچے، اس میں میں نے جنت اور دوزخ دونوں کے راستے واضح طور پر بیان کر دیے ہیں، تاکہ اللہ واحد و قہار کی بارگاہ میں اس شخص کے لیے کوئی عذر نہ رہے جو اس ناپسندیدہ کام کا مرتکب ہو، یا کسی بھی طرح اس سے منع و انکار پر قدرت رکھنے کے باوجود خاموشی اختیار کرے۔ میں نے اس کا نام "ارشاد الحیاری فی تحذیر المسلمین من مدارس النصاری" (نصرانی اسکولوں سے مسلمانوں کو بچانے میں اہلِ حیرت کی رہنمائی) رکھا اور اسے ایک مقدمہ، چالیس فصل اور ایک خاتمہ پر مرتب کیا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اسے خالص اپنی رضا کا سامان کر دے اور اپنے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کے صدقے اس کے نفع کو عام فرمائے۔

تنبیہ: میں نے یہ کتاب چالیس فصلوں پر انھیں افکار و خیالات کے مطابق ترتیب دی ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان کی تحریر کے وقت میرے دل میں ڈالے۔ لکھتے وقت ان فصلوں میں کچھ باتوں کی تکرار بھی ہو گئی ہے لیکن میں نے ان فصلوں کو ان کی تکمیل کے بعد اسی حالت پر برقرار رکھا ہے جو تالیف کے وقت تھی، ان میں نہ کچھ تقدیم و تاخیر کی اور نہ مکررات میں سے کچھ حذف ہی کیا؛ کیوں کہ یہ تکرار بھی نفع بخش ہے اور تقدیم و تاخیر میں کچھ ضرر بھی نہیں۔

مقدمہ شروع کرنے سے پہلے یہ جان لینا چاہیے کہ کچھ منکرات وہ ہیں جن کے منکر اور قبیح شرعی ہونے کے لیے کوئی دلیل قائم کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ ان کی شدت قبح اور ظہور شناعت کے پیش نظر ان کے منکر ہونے میں محض ان کی حالت کا بیان ہی کافی ہے۔

مثلاً جب کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ دن میں لوگوں کے سامنے زنا کرے تو اس کے اس فعل کی برائی بتانے کے لیے دلیل پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ صرف اس بدکار مرد اور عورت کی حالت کا ذکر کر دینا ہی منع و انکار اور زنا کی قباحت ظاہر کرنے کے لیے کافی ہے۔ اور بخدا! اس سے عظیم تر وہ برائی ہے جس کے مرتکب کچھ نادان نافرمان مسلمان ہوئے، وہ یہ کہ انھوں نے اپنے بچوں کا عیسائی اسکولوں میں داخلہ کرایا، بالخصوص ان شرطوں کے ساتھ جن کا ذکر آگے آ رہا ہے۔

تو جب میں یہ کہوں کہ فلاں مسلمان نے ایک عیسائی اسکول میں اپنے بچے کا داخلہ کرایا اس شرط کے ساتھ کہ وہ عیسائی مذہب کی تعلیم حاصل کرے گا، عیسائی بچوں کے ساتھ گرجا گھر جائے گا، ان کے ہمراہ عیسائیوں کی سی عبادت کرے گا، تو یہ کام چوں کہ قباحت اور برائی کی آخری حد کو، اور ایسا کرنے والا گمراہی اور بے حیائی کی انتہا کو پہنچا ہوا ہے؛ اس لیے اس کی قباحت ثابت کرنے کے لیے نہ کوئی دلیل پیش کرنے کی حاجت اور نہ یہ بتانے کی ضرورت کہ یہ بد ترین منکرات میں سے ہے۔ بلکہ محض اسے بیان کر دینا اس کی قباحت ظاہر کرنے اور اس کا ارتکاب کرنے والے جاہلوں، فاسقوں اور گمراہوں کی مذمت کے لیے کافی ہے۔

اے کاش مجھے علم ہوتا کہ یہ جاہل فاسق یا دین سے سرتابی کرنے والا منافق اللہ تعالیٰ سے تو نہیں ڈرتا، اس سے حیا نہیں کرتا، عذاب اور حساب سے خوف نہیں کھاتا تو کم از کم اپنی جماعت اور اپنے ہم مذہبوں سے بھی حیا کیوں نہیں کرتا جن کے ساتھ وہ اور اس کی اولاد ننگ و عار کی حالت میں زندگی بسر کر رہی ہے۔ بلکہ بخدا! وہ ان کافروں کی نگاہوں سے بھی گر جاتا ہے؛ کیوں کہ وہ یہ کہتے ہیں کہ اس شخص کا کوئی مذہب نہیں ہے اسی لیے وہ اسے ایک خیانت پسند اور بے وفا شخص کی حیثیت سے دیکھتے ہیں، کیوں کہ انھیں معلوم ہے کہ ان کی شرائط کے مطابق ان کے اسکولوں میں اپنے بچوں کو داخل کرانے سے اس کا مقصد بچوں کو حقیقتاً عیسائی بنانا نہیں ہے، بلکہ

محض اپنے دین سے اس کی لا پرواہی اس عمل کا باعث بنی ہے۔اور اس کے لیے اس نے ان ہلاکتوں کی بھی کوئی پرواہ نہ کی جو اسے اور اس کے بچوں کو ان کے دین میں لاحق ہوں گی۔

ایسے شخص کے لیے سب سے بڑا عذر سرکار علیہ السلام کا یہ فرمان ہے: جب تمھیں حیا نہیں تو جو چاہو کرو۔اور اس نے حیا کا قلادہ اپنی گردن سے اتار پھینکا اور اس کے نزدیک کفر و ایمان اور مدح و ذم سب برابر ہو گئے۔

اب میں **اس کتاب کا مقدمہ** شروع کرتا ہوں۔اور تمام تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو درستی کی رہ نمائی فرمانے والا ہے۔

مقدمہ دو مبحثوں پر مشتمل ہے

مبحث اول:

خیر خواہی اور نصیحت کے بارے میں بعض آیات قرآنیہ و احادیث نبویہ

یہ مبحث دوم کی طرح امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کی شرح مسلم، ریاض الصالحین اور ابن علاّن کی شرح ریاض الصالحین کا اختصار ہے۔بجز شیخ اکبر کی عبارت کے جو میں نے ان کی کتاب سے نقل کی ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے جو بات کہی اس کے بارے میں ان کی طرف سے خبر دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وانصح لکم، میں تمھارا بھلا چاہتا ہوں۔

حضرت سلمی نے حقائق میں لکھا ہے کہ بعض مفسرین نے "انصح لکم" کی تفسیر یہ کی ہے، میں ہدایت کی طرف تمھاری رہ نمائی کرتا ہوں۔شاہ کرمانی نے فرمایا: نصیحت کی علامتیں تین ہیں:

(۱) مسلمانوں کو مصائب میں مبتلا دیکھ کر دل کا غمگین و رنجیدہ ہونا۔(۲) ان کی خیر خواہی کرنا۔(۳) ان کی ایسے کاموں کی جانب رہ نمائی کرنا جو ان کے لیے مفید اور کارآمد ہوں اگرچہ وہ اپنی جہالت و نادانی سے اس ہدایت و رہ نمائی کو ناگوار سمجھیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ہود صلی اللہ علی نبینا و علیہ وسلم کے بارے میں خبر دیتے ہوئے فرمایا کہ انھوں نے اپنی قوم سے فرمایا: "انا لکم ناصح امین" میں خدا کی عبادت کرنے اور اس کے ما

سوا خداؤں سے رشتہ ناطہ توڑ لینے کا جو حکم تمھیں دے رہا ہوں اس میں میں تمھارا بھی خواہ ہوں اور اللہ کے پیغام کو پہنچانے اور خیر خواہی کرنے میں امانت دار ہوں۔

اس بارے میں حدیثیں بھی بکثرت وارد ہیں۔ امام مسلم ابو رقیہ تمیم بن اوس داری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دین خیر خواہی کا نام ہے، یعنی یہ دین کا ستون اور اس کا قوام ہے۔ جیسے کہ فرمایا: حج عرفہ ہے، یعنی حج کا ستون اور اس کا قوام و مدار وقوف عرفہ ہے۔

اس حدیث میں دین کو نصیحت قرار دے کر سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نصیحت کی اتنی زیادہ تعریف فرمائی کہ اسے پورا دین ٹھہرا دیا اگر چہ وہ اس کے علاوہ اور بہت سے اوصاف و خصائل پر بھی مشتمل ہے۔

صحابۂ کرام کہتے ہیں: ہم نے عرض کی یہ خیر خواہی کس کے لیے ہے آپ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے لیے۔ خطابی نے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے خیر خواہی کا مطلب ہے: اس پر ایمان لانا، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا، اس کے اسما و صفات میں جدال و نزاع نہ کرنا، اس کو صفات جمال و کمال سے متّصف کرنا، ہر طرح کے عیوب و نقائص سے اس کو پاک جاننا، اس کی فرماں برداری کرنا، اس کی نافرمانی سے بچنا، اسی کے لیے محبت کرنا اور اسی کے لیے بغض رکھنا، اس کے فرماں برداروں سے دوستی رکھنا، نافرمانوں سے دشمنی رکھنا، اس کے ساتھ کفر کرنے والوں سے جہاد کرنا، اس کی نعمتوں کا معترف ہونا، ان نعمتوں پر اس کا شکر گزار ہونا، تمام معاملات میں اخلاص برتنا، مذکورہ تمام اوصاف کی جانب دعوت دینا اور ان پر لوگوں کو ابھارنا، لوگوں کے ساتھ نرم سلوک کرنا اور ان باتوں کی ان کو تعلیم دینا جنھیں وہ سمجھ سکتے ہوں۔

خطابی نے مزید کہا: ان اوصاف میں در حقیقت بندے کی خود اپنی خیر خواہی ہے؛ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نصیحت کرنے والوں کی نصیحت اور سارے عالم سے بے نیاز ہے۔

(پھر سرکار نے ارشاد فرمایا:) یہ خیر خواہی اللہ کی کتاب کے لیے ہے۔ علما نے بیان کیا ہے کہ کتاب اللہ کی خیر خواہی کا مطلب ہے: اس پر ایمان رکھنا کہ یہ اللہ کا کلام اور اس کا نازل کردہ ہے، مخلوق کا کوئی بھی کلام اس کے مشابہ نہیں ہو سکتا اور کوئی بھی انسان اس جیسا کلام پیش کرنے

پر قادر نہیں، کما حقہ اور اچھے انداز میں اس کی تلاوت کرنا، تلاوت کے وقت فروتنی اختیار کرنا، حروف کی صحیح ادائگی کرنا، تحریف کرنے والوں کی بے جا تاویلوں سے اس کی حفاظت کرنا، اس کی تمام باتوں کی تصدیق کرنا، اس کے احکام سے آگاہ ہونا، اس کے علوم کو سمجھنا، اس کے حکم کی بجا آوری کرنا، اس کی نصیحتوں پر دھیان دینا، اس کے عجائب میں غور وفکر کرنا، اس کی محکم آیتوں پر عمل پیرا ہونا، متشابہات کو حق ماننا، اس کے عام وخاص، ناسخ ومنسوخ اور اس کی تمام وجوہ وانواع کی تلاش وجستجو کرنا، اس کے علوم کی نشر واشاعت کرنا، لوگوں کو اس کی جانب اور اس کی ان نصیحتوں کی جانب بلانا جنھیں ہم بیان کر چکے۔

(پھر سرکار علیہ السلام نے فرمایا:) یہ خیر خواہی اللہ تعالیٰ کے رسول کے لیے ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خیر خواہی کا مطلب ہے: آپ کی رسالت کی تصدیق کرنا، آپ کی لائی ہوئی تمام باتوں پر ایمان رکھنا، اور جن باتوں کے کرنے کا آپ نے حکم دیا انھیں بجالانا اور جن باتوں سے روکا ان سے باز رہنا، زندگی میں اور وفات کے بعد آپ کی نصرت وحمایت کرنا، آپ کے دشمنوں سے دشمنی کرنا، اور دوستوں سے دوستی رکھنا، آپ کے حق کو عظیم جاننا، آپ کی تعظیم وتوقیر کرنا، آپ کے طریقہ وسنت کا احیا کرنا، آپ کا پیغام عام کرنا، آپ کی احادیث کی نشر واشاعت کرنا، ان کے علوم سے فائدہ اٹھانا، ان کے معانی کی سمجھ پیدا کرنا، لوگوں کو ان کی جانب بلانا، ان کی تعلیم دینے میں نرمی و مہربانی سے کام لینا، ان کو عظیم وجلیل جاننا، انھیں پڑھنے کے وقت باادب رہنا، علم نہ ہونے پر ان میں کلام کرنے سے باز رہنا، ان سے نسبت وتعلق رکھنے کی وجہ سے محدثین کی تعظیم کرنا، آپ کے اخلاق وعادات کو اختیار کرنا، آپ کے آداب کو اپنانا، آپ کی آل اور آپ کے اصحاب سے محبت کرنا، باب سنت میں بدعتیوں سے اور کسی بھی صحابی رضی اللہ عنہ پر طعن کرنے والے سے بغض رکھنا۔

(پھر سرکار علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:) اور یہ خیر خواہی ائمہ مسلمین کے لیے ہے۔ ان کی خیر خواہی یہ ہے: حق پر ان کی مدد کرنا، اس میں ان کی فرماں برداری کرنا، انھیں اس کا حکم دینا، نرمی اور لطف کے ساتھ انھیں متنبہ کرنا اور پند وموعظت کرنا انھیں مسلمانوں کے ان حقوق سے آگاہ وباخبر کرنا جن سے وہ غافل ہیں اور جو ان تک رسائی حاصل نہ کر سکے ہیں۔ ان کے خلاف بغاوت نہ کرنا، ان کی اطاعت وفرماں برداری کے لیے مسلمانوں کے دلوں کا مانوس ہونا، جھوٹی تعریف

کر کے انھیں دھوکے میں نہ ڈالنا، ان کے لیے صلاح وفلاح کی دعا کرنا۔

یہ سب اس بنا پر ہے کہ ائمہ سے مراد خلفا اور وہ لوگ ہیں جن پر مسلمانوں کے معاملات کی انجام دہی کی ذمہ داری ہے۔ یہی مشہور ہے اور خطابی نے اس کو بیان کیا ہے۔ پھر انھوں نے کہا کہ لفظ ائمہ کو ائمہ علماے دین کی تاویل میں بھی لیا جاتا ہے تو ان کی خیر خواہی کا مطلب ہوگا: ان کی روایات کو قبول کرنا، احکام میں ان کی تقلید کرنا، ان کے ساتھ حسنِ ظن رکھنا۔

(اس کے بعد سرکار علیہ السلام نے فرمایا:) یہ خیر خواہی عام مسلمانوں کے لیے ہے۔ ان کی خیر خواہی یہ ہے: دنیوی و اخروی مصلحتوں کی جانب ان کی رہ نمائی کرنا، ان مصلحتوں پر اپنے قول و عمل سے ان کی مدد کرنا، ان کی پردہ پوشی کرنا، ان کی ضروریات پوری کرنا، ان سے ضرر رساں چیزوں کو دور کرنا، ان کے لیے نفع بخش چیزوں کے حصول کا سبب بننا، نرمی کے ساتھ انھیں نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا، جو خود کو پسند ہو وہی ان کے لیے بھی پسند کرنا اور جو خود کو ناپسند ہو وہ ان کے لیے بھی ناپسند کرنا، اپنے قول و فعل سے ان کی جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت کرنا، انھیں نصیحت کی ان تمام قسموں کو اختیار کرنے پر برانگیختہ کرنا جن کا بیان ہم نے ابھی کیا ہے۔

اسلاف کرام میں کچھ ایسے بھی تھے جو نصیحت و خیر خواہی میں اس حد تک پہنچے ہوئے تھے کہ انھوں نے اپنی دنیا کو نقصان میں ڈال دیا اور اس کی کوئی پرواہ نہ کی۔ ابن بطال نے کہا: یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ نصیحت و خیر خواہی کا نام دین اور اسلام ہے اور اس پر بھی دلیل ہے کہ دین قول پر واقع ہوتا ہے۔ نصیحت فرض کفایہ ہے جسے اگر ایک شخص بھی ادا کر دے تو وہ باقی لوگوں سے ساقط ہو جائے گا۔ یہ بقدر طاقت و ضرورت اس وقت واجب ہے جب نصیحت کرنے والے کو یہ معلوم ہو کہ اس کی نصیحت قبول کی جائے گی، اس کی بات مانی جائے گی اور اسے اپنے اوپر کوئی خطرہ بھی نہ ہو۔ لیکن جب اسے لوگوں کی طرف سے کسی اذیت اور تکلیف کا اندیشہ ہو تو اس کے لیے نصیحت صرف جائز ہے لازم نہیں۔

صحیح و متفق علیہ حدیث میں حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی یعنی ان سے یہ عہد و پیمان کیا کہ نماز قائم کروں گا، زکوٰۃ ادا کروں گا، اور تمام مسلمانوں کے لیے خیر خواہی کروں گا۔

(حدیث متفق علیہ: وہ حدیث ہے جو بخاری و مسلم دونوں میں ہو)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ایک دوسری متفق علیہ حدیث صحیح میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہ ہوگا جب تک وہ اپنے بھائی کے لیے وہی بھلائی پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ ابن الصلاح نے کہا: اس حدیث کو دشوار اور مشکل سمجھا جاتا ہے حالاں کہ ایسا نہیں ہے؛ کیوں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ تم میں کسی کا ایمان اس وقت تک کامل نہ ہوگا جب تک کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کے لیے وہ پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔

صحیح حدیث میں آیا ہے کہ اہل ایمان ایک جسم کی طرح ہیں کہ جب جسم کا کوئی ایک حصہ بیمار ہوتا ہے تو اس کی وجہ سے پورا جسم بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

سیدی شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رضی اللہ عنہ نے اپنی کتاب "الامر المحکم المربوط بما یلزم الشیخ و المرید من الشروط" کے شروع میں لکھا ہے "جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے ارشاد فرمایا:

وَ اَنۡذِرۡ عَشِیۡرَتَکَ الۡاَقۡرَبِیۡنَ ﴿۲۱۴﴾ (الشعراء: ٢١٤)

"اور اے محبوب! اپنے قریب ترین رشتہ داروں کو ڈراؤ"

تو محمد ﷺ نے اپنے قرابت داروں کو بلایا اور کوہ صفا پر کھڑے ہو کر انھیں ڈر سنانے لگے اور جس بات کے کہنے کا آپ کو حکم دیا گیا تھا وہ ارشاد فرمانے لگے۔ (صحیح مسلم)

امام مسلم نے ہی اپنی صحیح میں نبی کریم ﷺ سے یہ حدیث تخریج فرمائی کہ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: دین نصیحت کا نام ہے، صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ! کس کے لیے؟ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ، اس کے رسول، ائمہ مسلمین اور عامہ مسلمین کے لیے۔ شریعت کے حکم کے مطابق قریبی رشتہ دار بھلائی کے زیادہ حق دار ہیں۔

ان کی دو قسمیں ہیں: ایک قرابت خاکی (نسبی قرابت) دوسری قرابت دینی۔ شریعت میں اعتبار قرابت دینی ہی کا ہے؛ کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دو مذہب والے ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوں گے۔ لہٰذا اگر دین نہ ہو تو نسبی قرابت کسی چیز کی وارث نہ ہو۔

ہمارے شیخ ابو العباس نے اس کی طرف ایک لطیف اشارہ کیا ہے، وہ یہ کہ ایک دن میں

نے ان کی بارگاہ میں حاضر ہو کر پوچھا: قریبی رشتہ دار بھلائی کے زیادہ مستحق ہیں، تو انھوں نے جواب دیا: ہاں! وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھلائی کے زیادہ مستحق ہیں۔ مگر اللہ نے ارشاد فرمادیا ہے:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ. (الحجرات: ۱۰)

"ایمان والے ہی آپس میں بھائی بھائی ہیں"

اس لیے جب ایمان ثابت ہوگا تو رشتہ اخوت ثابت ہوگا۔ اور جب رشتہ اخوت ثابت ہوگا تو شفقت و رحمت ثابت ہوگی اور شفقت و رحمت کے معنیٰ اس کے سوا اور کیا ہے کہ تم اپنے بھائی کو دوزخ سے بچا کر جنت میں لے جاؤ، اسے جہالت سے علم کی طرف، مذمت سے مدح کی طرف اور نقص سے کمال کی طرف منتقل کرو؛ کیوں کہ امام مسلم نے اپنی مسند میں ذکر کیا ہے کہ بندے کا ایمان اس وقت تک کامل نہ ہوگا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لیے وہ پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ اہل ایمان غیروں کے خلاف باہم متحد و متفق ہیں۔ ایک مومن دوسرے مومن کے حق میں عمارت کی طرح ہے، جس کا بعض حصہ بعض کو قوت پہنچاتا ہے۔

اس حکم کے مطابق مومنین کی خیر خواہی کرنا، انھیں غفلت سے ہوش میں لانا، جہالت کی نیند سے انھیں بیدار کرنا اور انھیں جہنم کے اس گڑھے میں گرنے سے بچانا ضروری ہے جس کے قریب وہ جا پہنچے ہیں۔"

اس کتاب کے مؤلف فقیر یوسف نبہانی عفا اللہ عنہ نے کہا: یہ بات پورے طور پر واضح ہوگئی کہ نصیحت نہایت تاکید کے ساتھ شرعاً مطلوب ہے؛ کیوں کہ سرکار علیہ السلام کے فرمان "الدین النصیحة" میں اسے دین قرار دیا گیا ہے۔

نصیحت کے کثیر مراتب ہیں، ان میں سب سے اعلیٰ وہ ہے جس کا تعلق دینی معاملات سے ہو، خاص طور سے جو دین کی اساس اور اس کی بنیاد سے اس طرح متعلق ہو کہ آپ کے اوپر جس شخص کی خیر خواہی اور نصیحت لازم ہے، اس کے (معاذ اللہ!) دین اسلام سے نکل جانے کا اندیشہ ہو ان اسباب و ذرائع کو بروئے کار لانے کی وجہ سے، جن کے مہلک نتائج سے وہ ناآشنا ہے۔ تو اس صورت میں اس کی خیر خواہی کرنا اور اسے ان اسباب کے مضر اثرات و نتائج سے آگاہ کرنا واجب ہے، اور یہ ایسے اسباب سے واقف تمام لوگوں کے لیے نہایت تاکیدی حکم ہے۔

انھیں میں سے ایک آج کل بعض ممالک میں جاہل مسلمانوں کا اپنے بچوں کو عیسائیوں کے اسکولوں میں داخل کرانا ہے۔ یہ بچے ان میں چند سال رہ کر اس حال میں نکلتے ہیں کہ زیادہ تر ان کا عقیدہ بگڑ چکا ہوتا ہے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم.

اے اللہ! ہم تیری بارگاہ میں تیرے نبی سیدنا محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی جاہ و منزلت کے وسیلے سے دعا کرتے ہیں کہ ہم کو اور تمام مسلمانوں کو اپنے دین مبین کی نعمت اور صراط مستقیم کی ہدایت پر ہمیشہ قائم رکھ جو ان لوگوں کا راستہ ہے جن پر تو نے انعام فرمایا اور ان لوگوں کے راستے سے دور رکھ جن پر تیرا غضب ہوا اور جو گمراہ ہیں۔ آمین۔

دوسری بحث:
امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے بیان میں

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ. (آل عمران: ١٠٤)

اور تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہیے جو بھلائی کی طرف بلائے۔

خیر: سے مراد تمام اچھے اور قابل رغبت افعال ہیں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ اسلام سے کنایہ ہے۔

وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿١٠٤﴾

(آل عمران: ١٠٤)

”اور اچھی بات کا حکم دیں اور بری بات سے روکیں اور وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں“

اور فرمایا:

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ.

(آل عمران: ١١٠)

تم بہتر ہو ان سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں، لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو۔ لہذا جس کے اندر یہ وصف پایا جائے گا وہی امت کے افضل ترین گروہ میں سے ہوگا۔

اور فرمایا:

خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِیْنَ ﴿۱۹۹﴾ (الاعراف:۱۹۹)

اے محبوب! عفو و در گزر سے کام لو اور بھلائی کا حکم دو اور جاہلوں سے منہ پھیر لو۔

اور فرمایا:

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ. (التوبہ:۷۱)

اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں، ایک دوسرے کے مددگار ہیں

سلمی نے حقائق میں فرمایا: "اولیا" سے مراد ایسے انصار و اعوان ہیں جو عبادت میں ایک دوسرے کی مدد کرتے، عبادت کی جانب سبقت کرتے، ان کا ہر فرد اپنے ساتھی کی پشت پناہی کرتا اور نجات کی راہ پر چلنے میں اس کی مدد کرتا ہے۔ کیا آپ دیکھتے نہیں کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ایک مومن دوسرے مومن کے حق میں اس عمارت کی طرح ہے جس کا ایک حصہ دوسرے حصے کو قوت پہنچاتا ہے۔ نیز رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: مسلمان ایک جسم کی طرح ہیں۔ ابو بکر ورّاق نے فرمایا: ایک مومن دوسرے مومن سے فطری اور طبعی محبت کرتا ہے۔ اور منافقوں کے برخلاف فرمان خداوندی:

"وَ یَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ یَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ" (آل عمران:۱۰۴) کے مطابق لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتا اور انھیں برائی سے روکتا ہے۔

اور فرمایا:

لُعِنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَ عِیْسَى ابْنِ مَرْیَمَ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّ كَانُوْا یَعْتَدُوْنَ ﴿۷۸﴾ كَانُوْا لَا یَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا یَفْعَلُوْنَ ﴿۷۹﴾ تَرٰى كَثِیْرًا مِّنْهُمْ یَتَوَلَّوْنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ اَنْ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ وَ فِی الْعَذَابِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿۸۰﴾ وَ لَوْ كَانُوْا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ النَّبِیِّ وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِیَآءَ وَ لٰكِنَّ كَثِیْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۸۱﴾ (المائدہ:۷۸-۸۱)

بنی اسرائیل کے کافروں پر داؤد اور عیسٰی بن مریم عَلَیْہِمَا السَّلَام کی زبانی لعنت کی گئی اور یہ ان کی نافرمانی اور ان کے حد سے گزر جانے کے سبب ہوئی۔ "وہ کسی ایسے برے کام سے ایک دوسرے کو

نہ روکتے جس کا وہ ارتکاب کرتے۔ضرور وہ بہت ہی برا کام کرتے تھے۔ان میں تم بہتوں کو دیکھوگے کہ وہ کافروں سے دوستی کرتے ہیں۔کیا ہی بری چیز ہے وہ جو انھوں نے اپنے لیے آگے بھیجی۔یعنی یہ کہ اللہ کا ان پر غضب ہوا،اور وہ عذاب ہی میں ہمیشہ رہیں گے۔"اور اگر وہ ایمان لاتے اللہ اور نبی پر اور اس پر جو ان کی طرف اترا تو کافروں سے دوستی نہ کرتے،مگر ان میں تو بہتیرے فاسق ہیں"۔

اور فرمایا:

وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ. (الكهف:٢٩)

"اور فرمادو کہ حق تمھارے رب کی طرف سے ہے"۔

یعنی حق وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہو نہ کہ وہ جس کا ہوائے نفس تقاضا کرے۔

اور فرمایا:

فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ. (الكهف:٢٩)

"توجو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے"

یعنی اللہ تعالیٰ کو مومنوں کے ایمان اور کافروں کے کفر کی کوئی پروا نہیں ہے۔سلمی کی "حقائق" میں ہے کہ ابن عطاء اللہ نے کہا:حق تعالیٰ نے مخلوق کے لیے حق اور حقیقت کا راستہ ظاہر کر دیا ہے اس لیے کچھ لوگ توفیق الٰہی سے اس راستے پر چلتے ہیں اور کچھ توفیق سے محرومی کے سبب اس سے روگردانی کرتے ہیں۔یوں حق تعالیٰ جس کے لیے ہدایت کا ارادہ فرماتا ہے اسے راہ ایمان کی طرف ہدایت دے دیتا ہے۔اور جس کے لیے وہ ضلالت وگمراہی کا ارادہ کرتا ہے اسے کفر اور دور کی گمراہی کی راہ پر ڈال دیتا ہے۔

اور فرمایا:

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ (الحجر:٩٤)

"تم اس کا اعلان کر دو جس کا تمھیں حکم دیا جا رہا ہے۔"

مزید فرمایا:

مَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖٓ اَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْٓءِ وَ اَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍۭ بَىِٕيْسٍ. (الاعراف:١٦٥)

پھر جب وہ بھلا بیٹھے جو نصیحت انھیں ہوئی تھی تو ہم نے برائی سے منع کرنے والوں کو بچا لیا اور ظالموں کو ان کی نافرمانی کے سبب سخت عذاب میں گرفتار کیا۔

اس بارے میں کثیر آیات کریمہ وارد ہیں اور احادیث بھی۔ چناں چہ امام مسلم نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی، انھوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: اے میرے تمام امتیو! جو اس وقت موجود ہو یا موجود نہیں ہو تم میں جو مکلف اور قدرت رکھنے والا کسی برائی کو دیکھے تو اسے ہاتھ سے بدل دے۔ اور اگر اس کی قدرت نہ رکھے تو اپنی زبان سے، اور اگر اس کی بھی قدرت نہ رکھے تو دل سے (برا جانے) اور یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔

یہ فرض عین ہے جو کسی حالت میں ساقط نہیں ہو سکتا۔ اور ناپسندیدہ چیز پر راضی ہونا قبیح ترین منکرات میں سے ہے۔

امام بخاری نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کی حدود کو قائم کرنے والا یعنی اس کی ممنوعات و منہیات کا انکار کرنے والا، ان کے ازالہ و دفع کی کوشش کرنے والا اور ان میں واقع ہونے والا یعنی ان کا ارتکاب کرنے والا ایسے لوگوں کی طرح ہیں جو کسی کشتی پر بیٹھنے کی جگہوں کے لیے قرعہ اندازی کریں، تو ان میں بعض کو بالائی حصہ ملے اور بعض کو زیریں حصہ، نیچے والوں کو جب پانی لینے کی حاجت ہو تو وہ اوپر والوں کے پاس سے ہو کر گزریں جس سے اوپر والوں کو تکلیف ہو۔ اس لیے زیریں سطح والوں نے سوچا کہ اگر ہم کشتی کے اپنے حصے میں سوراخ کر لیں اور اوپر والوں کو تکلیف نہ دیں (تو بڑا اچھا ہو) تو اگر بالائی نشست والے ان کو اپنے اس ارادے کو عملی جامہ پہنانے کے لیے چھوڑ دیں تو سب کے سب ہلاک ہو جائیں۔ اور اگر ان کا ہاتھ پکڑ کر انھیں اس سے باز رکھیں تو وہ خود بھی ہلاکت سے بچ جائیں گے اور نیچے والے بھی۔

اس طرح حدود اللہ کو قائم کرنے سے قائم کرنے والے کی بھی نجات ہے اور جس پر وہ قائم کی گئیں اس کی بھی۔ ورنہ عصیاں کار اپنی معصیت کی وجہ سے ہلاک ہوگا اور خاموش رہنے والا اس پر راضی ہونے کی وجہ سے ہلاک ہوگا؛ کیوں کہ حدیث پاک میں عذاب کا مستحق ہونا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر دونوں کے ترک کو شامل ہے۔ (یعنی دونوں میں سے جسے بھی چھوڑے گا عذاب کا مستحق ہوگا)

ترمذی نے حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث حسن روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، تم ضرور نیکی کا حکم دیتے رہو اور برائی سے روکتے رہو۔ ورنہ قریب ہوگا کہ اللہ تعالیٰ حکمرانوں کے ظلم و ناانصافی یا دشمنوں کے غلبہ و تسلط یا کوئی اور بلا و مصیبت کا عذاب تمھارے اوپر بھیج دے۔ پھر تم دعائیں کروگے تو قبول نہیں کی جائیں گی۔

اس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ برائی جب روکی نہ جائے تو اس کی نحوست اور بلا میں برائی کرنے والے اور نہ کرنے والے سب گرفتار ہوتے ہیں۔

بخاری و مسلم نے ام المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے روایت کی، انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا "کیا ہم اپنے درمیان صالحین اور نیکوکار بندوں کی موجودگی کے باوجود ہلاک کردیے جائیں گے؟ تو سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جواب دیا: ہاں! جب گندگی کی کثرت ہوگی"، یعنی جمہور کی تفسیر کے مطابق فسق و فجور کی زیادتی اور ان کا دور دورا ہوگا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب فسق و فجور عام ہوگا تو ہلاکت بھی عام ہوگی، اگرچہ نیک لوگ بھی بکثرت موجود ہوں۔

اس حدیث میں معصیت کی نحوست کو بیان کیا گیا اور اسے روکنے پر برانگیختہ کیا گیا ہے۔

مؤلف کتاب کہتا ہے: جب معصیت اور لوگوں کو اس سے منع نہ کرنے کی نحوست کا نتیجہ عام ہلاکت و تباہی کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے تو پھر کفر اور لوگوں کو اس سے نہ روکنے کی نحوست کے بارے میں تمھارا کیا خیال ہے؟۔ مثلاً مسلمان بچوں کو عیسائی اسکولوں میں ان معلوم اور منحوس و ناپسندیدہ شرطوں کے ساتھ داخل کرانا جن کا نتیجہ ان کے اور اس داخلے پر راضی ان کے والدین اور سرپرستوں کے کفر کی صورت میں برآمد ہوتا ہے۔

واضح رہے کہ ہلاکت سے صرف یہ مراد نہیں ہے کہ جو مصیبت گناہ کرنے والے اور گناہ پر راضی ہونے والے پر نازل ہوتی ہے اس سے وہ فقط موت کے گھاٹ اتر جاتے ہیں یا طرح طرح کی دنیاوی مصیبتوں میں گرفتار ہوتے ہیں بلکہ وہ دینی مصیبتوں کو بھی عام ہوتی ہے، بلکہ یہی سب سے بڑی ہلاکت ہے۔ خاص کر اس وقت جب یہ (معاذ اللہ) حد کفر و شرک کو پہنچ جائیں۔

اس مقام پر مقدمہ اپنے اختتام کو پہنچا۔ اب ہم فصلوں کا بیان شروع کرتے ہیں۔

پہلی فصل

بچوں کی ادب آموزی کے طریقے

یہ فصل نشوونما کے ابتدائی مرحلے میں مسلمان بچوں کے طریقۂ تادیب کے بیان میں ہے۔

میں نے یہ فصل امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور تصنیف "احیاء علوم الدین" کی کتاب "ریاضة النفس و تهذیب الخلق" سے اخذ کی ہے۔انھوں نے بچے کو شائستگی اور پاکیزہ اخلاق و عادات سے آراستہ کرنے کے بارے میں کئی اچھی باتیں ذکر کی ہیں، جو ان سے آگہی کی خواہش رکھتا ہو وہ اس کی جانب رجوع کرے۔ میں نے یہاں صرف انھیں باتوں پر اکتفا کیا ہے جن کا ذکر اس مقام پر ضروری ہے۔ امام موصوف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:"بچوں کی تربیت بہت اہم ہے اور اس کی بڑی تاکید آئی ہے۔ بچہ اپنے والدین کے پاس ایک امانت ہے۔ اور اس کا صاف ستھرا دل ایک ایسی نفیس اور سادہ تختی ہوتی ہے جو ہر طرح کے نقش اور تصویر سے خالی ہوتی ہے۔ وہ ہر نقش کو قبول کرتا ہے اور جس طرف اسے مائل کیا جائے مائل ہو جاتا ہے، اگر اسے اچھائی کا عادی بنایا جائے اور بھلائی کی تعلیم دی جائے تو وہ اسی کے مطابق پروان چڑھے گا اور دنیا و آخرت کی سعادت سے بہرہ ور ہوگا۔ اس کے ثواب میں اس کے والدین، اس کے تمام معلّمین اور ادب دہندگان شریک ہوں گے۔ اور اگر اسے برائی کا عادی بنایا گیا اور جانوروں کی طرح اسے چھوڑ دیا گیا تو وہ بدنصیبی کا شکار ہو کر ہلاک ہو جائے گا، اور گنہگار اس کے سرپرست اور ذمہ دار ہوں گے۔ اللہ تعالی نے فرمایا:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَارًا. (التحریم:٦)

اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو (جہنم کی) آگ سے بچاؤ۔

جب باپ، بچے کو دنیا کی آگ سے بچاتا ہے تو آخرت کی آگ سے بہ درجۂ اولی بچانا چاہیے۔ اسے آگ سے بچانے کا مطلب یہ ہے کہ اس کو ادب سکھائے، مہذب و شائستہ بنائے، عمدہ اخلاق کی تعلیم دے، قرآن کریم کی کچھ سورتیں زبانی یاد کرائے، عیش کوشی کا عادی نہ بنائے اور زیب و زینت، آسودگی و خوشحالی کے اسباب کا دلدادہ نہ بنائے کہ وہ بڑا ہو کر اپنی عمر انھیں کی تلاش

میں ضائع کر دے اور ہمیشہ کے لیے ہلاک ہو جائے، بلکہ مناسب یہ ہے کہ شروع ہی سے اس کی نگہ داشت کرے، اس کی پرورش و پرداخت اور دودھ پلانے کے لیے حلال غذا کھانے والی، نیک اور دین دار عورت کی خدمات حاصل کرے۔ کیوں کہ حرام غذا سے پیدا ہونے والے دودھ میں برکت نہیں ہوتی ہے۔ پھر جب اس دودھ سے بچے کی نشو و نما ہوگی تو اس کی طبیعت میں گندگی و ناپاکی رچ بس جائے گی اور اس کا میلان طبع انھیں گندی باتوں کی طرف ہوگا جو اسے راس آئیں گی۔

جب باپ کو اپنے بچے کے اندر اچھے برے میں فرق کرنے کے آثار و علامات نظر آئیں تو اس کی اچھی طرح نگرانی کرے۔ سب سے پہلی علامت یہ ہے کہ بچہ حیا کرنے لگے؛ کیوں کہ جب وہ شرمیلا اور باحیا ہو جائے اور کچھ افعال چھوڑ دے تو یہ اس پر نور عقل کی ضیا پاشی کے سوا کچھ نہیں۔ گویا وہ بعض چیزوں کو قبیح اور بعض چیزوں کو اچھی سمجھتا ہے؛ اس لیے وہ ایک چیز سے حیا کرتا ہے تو دوسری سے نہیں کرتا۔ یہ اللہ تعالی کی جانب سے اس کے لیے ایک سوغات اور مژدہ ہے جو اخلاقی میانہ روی اور صفائی قلب کی دلیل ہے اور وقت بلوغت اس کے کمال عقل و خرد سے بہرہ مند ہونے کی بشارت ہے۔

اس لیے یہ مناسب نہیں کہ حیادار بچے کو یوں ہی چھوڑ دیا جائے، بلکہ اس کی تعلیم و ادب آموزی کے لیے اس کی حیا اور اچھی بری چیزوں کے درمیان تمیز کرنے کی اس کی صلاحیت سے مدد لی جائے۔ پھر مکتب میں اسے مصروف کر دیا جائے تاکہ وہ قرآن اور اچھوں کی باتیں سیکھے، نیکوں کی حکایات اور ان کے حالات سے آگاہی حاصل کرے جس سے اس کے دل میں صالحین کی محبت پیدا ہو جائے۔

انھیں ایسے اشعار سے محفوظ رکھے اور بچائے جن میں عشق و محبت کے تذکرے ہوں، ایسے ادبا کے میل جول سے دور رکھے جن کا زعم باطل یہ ہے کہ ان اشعار کا تعلق ایک قسم کی ظرافت و خوش طبعی سے ہے۔ کیوں کہ وہ بچوں کے دلوں میں فساد کی تخم ریزی کرتے ہیں، لغو بیانی، فحش گوئی، لعن طعن اور گالی گلوج سے باز رکھے اور ان لوگوں کے میل جول سے بھی بچائے جو ایسی کسی بری عادت میں مبتلا ہوں؛ کیوں کہ یہ سب چیزیں یقیناً برے ہم نشینوں سے ذہن و دماغ میں سرایت کرتی ہیں اور بچوں کی اصل ادب آموزی انھیں برے ہم نشینوں سے بچانا ہے۔

جب بچہ سن تمیز کو پہنچ جائے تو ضروری ہے کہ اسے طہارت اور نماز ترک کرنے کا موقع نہ دیا جائے اور رمضان شریف کے کچھ روزے رکھنے کا اسے حکم دیا جائے، ریشم و دیبا اور سونا پہننے سے بچایا جائے اور اسے ان تمام حدود و احکام شرع کی تعلیم دی جائے جن کی اسے ضرورت پڑے گی، چوری، حرام خوری، خیانت، جھوٹ، فحش اور ان تمام برائیوں سے اسے ڈرایا جائے جو عام طور سے بچوں میں پائی جاتی ہیں۔ جب اس کی نشوونما بچپن میں اس انداز سے ہوگی تو جب وہ قریب البلوغ ہوگا، ان امور کے اسرار و رموز سے اسے آشنا کرانا ممکن ہوگا۔ لہٰذا اسے یہ بتایا جائے کہ کھانا دوا کی طرح ہے اور اس کا مقصد یہ ہے کہ انسان اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی طاعت پر قدرت حاصل کرے۔ نیز یہ بتایا جائے کہ پوری کائنات کی کوئی حقیقت نہیں ہے؛ کیوں کہ اس کی بقا نہیں ہے اور موت اس کی نعمت کو ختم کر دیتی ہے، دنیا ایک گزر گاہ ہے، دار قرار نہیں اور آخرت دار قرار ہے، گزر گاہ نہیں۔ موت ہر وقت متوقع ہے۔ عقل مند اور دانا وہ ہے جس نے دنیا سے آخرت کے لیے زادِ راہ لے لیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کا مرتبہ عظیم ہو جاتا ہے اور جنت میں اس کی آسائش بڑھ جاتی ہے۔

جب پرورش اچھی ہوگی تو یہ بچے کے بالغ ہونے کے وقت موثر اور مفید ہونے کے ساتھ دل میں اس طرح ثبت ہو جائے گی جیسے نقش پتھر میں۔ اور اگر اس کی نشوونما اس کے برعکس ہو کہ وہ لہو و لعب، فحش گوئی اور بے حیائی کا عادی ہو جائے اور کھانا، لباس، زیب و زینت اور باہمی فخر و مباہات کا دلدادہ ہو جائے تو اس کا دل حق قبول نہ کرے گا۔ جیسے دیوار خشک مٹی کو قبول نہیں کرتی۔ یہی وہ ابتدائی امور ہیں جن کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ اس لیے کہ بچہ اپنے جوہر کی بنیاد پر خیر و شر دونوں کو قبول کرنے کی صلاحیت کے ساتھ پیدا کیا گیا ہے، یہ اس کے والدین ہیں جو کسی ایک جانب اسے مائل کر دیتے ہیں۔ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے مگر اس کے والدین اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں"۔

اے عقل مند، اپنے اور اپنے بچوں کے لیے مہربان مسلمان! (اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے) غور کرو امام غزالی نے مسلمان کے بچوں کو بچپن میں ادب دیتے وقت کس طرح ان اشعار کو سکھانے سے منع فرمایا جن میں عشق و محبت کا ذکر ہو۔ نیز ان شعرا کی ہم نشینی سے منع فرمایا اس اندیشے

سے کہ کہیں ان کے دلوں میں بگاڑ کی تخم ریزی نہ ہو جائے۔ تصور کرو کہ وہ اس شخص کے بارے میں کیا کہیں گے جو اپنے بچوں کو عسائیوں کے اسکولوں میں داخل کرتے ہیں جن میں وہ ان کا دین سیکھتے ہیں، ان کے گرجا گھروں میں جاتے ہیں، ان میں عسائی بچوں کے ساتھ عبادت کرتے ہیں، ان سے میل جول رکھتے ہیں، ان سے سیکھتے ہیں اور ان کے ساتھ کئی سالوں تک رات و دن گزارتے ہیں۔

کسی کے دل میں یہ خیال بھی نہیں گزرتا تھا کہ مسلمانوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا جس میں بعض مسلمانوں کی جانب سے ایسا برا اور سنگین کام انجام پائے گا۔ اور اب جب کہ بہت سے ملکوں میں ایسا ہو رہا ہے تو ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم اس سے اظہار بیزاری کریں اور جنت و دوزخ کے راستوں میں خط امتیاز کھینچ دیں۔

دوسری فصل

عیسائی اسکولوں میں داخلے کے شرائط

واضح رہے کہ میں شہر بیروت میں پندرہ سال سے بھی زیادہ طویل مدت تک قیام پزیر رہا، اس درمیان ان عیسائی اسکولوں کے کچھ حالات سے آگاہ ہوا جن میں اپنے یا اپنے زیر اثر بچے کو داخل کرانا کسی مسلمان کے لیے کسی طور بھی جائز نہیں۔

بیروت، شامی سمندر کے ساحلی شہروں میں ایک عظیم ترین شہر ہے۔ جو حالیہ زمانوں میں دور و نزدیک کے علاقوں سے آنے والے مسلمانوں اور غیر مسلموں کا سنگم ہو گیا ہے۔ اسی لیے فرنگیوں نے اس پر خاص توجہ دیتے ہوئے یہاں بڑے بڑے اسکول کھولے، اور ان پر زر کثیر صرف کیا، ان میں تعلیم اور تمام مذاہب کے طلبہ کے لیے داخلے کی عام اجازت رکھی، لیکن انھوں نے سب سے اہم شرط یہ رکھی کہ ہر طالب علم کو نصرانی دین سیکھنا ہوگا اور اسکول کے گرجا گھر میں عیسائی مذہب کے مطابق عبادت کرنی ہوگی۔ انھوں نے اس بارے میں عیسائی اور مسلمان بچوں کے مابین کوئی فرق و امتیاز نہ رکھا، لہذا مسلمان بچے جب تک ان اسکولوں میں رہتے ہیں وہ بغیر کسی فرق کے عیسائی بچوں ہی کی طرح عیسائی بن کر رہتے ہیں۔ اب میں آپ کے ملاحظہ کے لیے

وہ عبارت ذکر کر رہا ہوں جو میں نے چند سالوں پہلے اپنی کتاب "افضل الصلوات علی سید السادات (ﷺ)" کی پشت پر لکھی تھی پھر وہ باتیں ذکر کروں گا جو اللہ نے مجھ پر منکشف فرمائیں۔ "اہل یورپ (فرنگیوں) کے جو اسکول اسلامی ملکوں میں کھولے گئے ہیں، ان میں داخلہ کے لیے سب سے اہم شرط یہ ہے کہ طالب علم کو خواہ وہ مسلمان ہی کیوں نہ ہو، عیسائی دین حاصل کرنا پڑے گا۔ ہر روز عبادت کے لیے عیسائی طلبہ کے ساتھ گرجا گھر جانا ہوگا اور ان کے ساتھ مذہبی افعال بجالانا ہوگا۔ اور جسے یہ شرائط منظور نہیں ہوتی، اس کا داخلہ بھی نہیں ہوتا۔ بیروت میں ایسے اسکولوں کی ایک بڑی تعداد موجود ہے جن میں کچھ مسلمان بھی برسر کار ہیں۔ انھیں اسکولوں میں سے ایک کا نام "الیسوعیہ" اور دوسرے کا نام "مدرسۃ المطران المارونیہ" ہے۔

اس پر انھیں ملامت نہیں کی جاسکتی؛ کیوں کہ وہ اپنے اسکولوں میں اپنے موافق کام کرتے ہیں، اپنی شرطیں بیان کر دیتے ہیں، اور کسی کو داخلہ لینے پر مجبور بھی نہیں کرتے۔ بڑی ملامت کا مستحق تو وہ مسلمان ہے جو ان اسکولوں میں اپنے بچے کے داخلے پر راضی ہوتا ہے، جن میں وہ سوتا جاگتا اور معلوم شرطوں کے مطابق گرجا گھر جاتا ہے۔

میں تو کہتا ہوں کہ کوئی سچا مسلمان ایسی پرخطر جگہ میں اپنے بچے کو اسی صورت میں داخل کرا سکتا ہے جب وہ ان کی مذکورہ شرطوں سے ناواقف ہو یا اس بارے میں شرعی حکم اسے معلوم نہ ہو۔

جہاں تک ان کی شرطوں کی بات ہے تو لیجیے میں انھیں بیان کیے دیتا ہوں تاکہ ہر کوئی انھیں جان لے۔ رہا اس بارے میں حکم شرعی، تو وہ اس روشن و تابناک شریعت کی کتابوں میں یوں واضح طور پر بیان کر دیا گیا ہے کہ کسی بھی عالم پر پوشیدہ نہیں۔ میں اس مقام پر قاضی عیاض کی کتاب "شفا شریف" سے ان کی ایک عبارت نقل کرنے پر اکتفا کرتا ہوں تاکہ ہر کوئی اس کا حکم جان لے اور اس کے بعد کسی بھی مسلمان کے لیے کوئی عذر باقی نہ رہے۔

موصوف رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب مذکور کے آخر میں بہت سی کفر کا سبب بننے والی چیزوں کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا: "اسی طرح ہم ان تمام کاموں کی وجہ سے تکفیر کرتے ہیں جن کے بارے میں مسلمانوں کا اجماع ہے کہ ان کا صدور کسی کافر ہی سے ہو سکتا ہے، اگرچہ ان کا کرنے والا ان کا ارتکاب کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے مسلمان ہونے کو بھی صراحتاً بیان کرے۔ جیسے بت، سورج یا

چاند یا صلیب یا آگ کو سجدہ کرنا، اہل کلیسا کے ساتھ ان کے کلیسا اور ان کے عبادت خانے میں جانا، ان کا لباس پہننا، مثلاً زنار باندھنا، چوٹی رکھنا۔ کیوں کہ مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ کام کسی کافر ہی سے ہو سکتے ہیں اور یہ افعال کفر کی علامت ہیں۔ اگر چہ انھیں کرنے والا اپنے مسلمان ہونے کو صراحتاً بیان کرے"۔

قاضی عیاض کی عبارت پیش کر دینے، مذہب اسلام میں موجود حکم شرعی جان لینے اور ان اسکولوں میں داخلے کی شرط بیان کر دینے کے بعد کسی بھی مسلمان کے لیے یہ عذر باقی نہیں رہ جاتا کہ وہ یہ دعوی کرے کہ مجھے اس کے بارے میں علم نہیں تھا۔ پھر یہ سب جان لینے کے بعد بھی اگر کوئی مسلمان اپنے بچے کو ان اسکولوں میں اور ان جیسے اسکولوں میں رہنے دے تو بلا شبہہ وہ دین پر اپنے یقین کو کھو بیٹھا ہے اور اسے دین کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔ ہم اللہ کے غضب سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں کہ یہ لا پروائی نگاہوں کو اندھا نہیں کر رہی ہے، بلکہ ان کے دلوں کو اندھا کر رہی ہے جو سینوں میں ہیں۔

اس صورت حال میں حکومت پر لازم ہے کہ وہ ان بے چاروں کو ان کے ذمہ داروں کی ناپسندیدگی کے باوجود، جو ان کی مصیبت کی جڑ ہیں (ان اسکولوں سے) باہر نکالے اور اپنے ان مدرسوں میں انھیں رکھے جو ہر ممنوع شرعی سے پاک ہونے کے ساتھ ان کی تعلیم، تہذیب، تربیت اور انھیں باادب بنانے کے ضامن ہیں، تاکہ اس سے دین و حکومت اور اس کے محافظ سیدنا امیر المؤمنین نصرہ اللہ کی خدمت انجام پائے۔

تیسری فصل

مشنری اسکول اور عیسائیوں کے عزائم

اے عقل مند مسلمانو! (اللہ تعالی تم پر رحم فرمائے اور ایسے کاموں کی طرف تمھاری رہ نمائی فرمائے جن میں اس کی رضا و خوشنودی ہو) تم مغربی حکومتوں کی ان کوششوں پر غور کرو جو وہ اسلامی ملکوں میں اسکول کھولنے کے لیے کر رہے ہیں، ان پر سالہا سال سے کثیر سرمایہ صرف کر

رہے ہیں اور ان کے امور و معاملات میں پوری توجہ دے رہے ہیں۔ اے میرے بھائی! کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ یہ اسلام دشمن ممالک یہ سب کچھ اس لیے کر رہے ہیں کہ انھیں تمھارے مسلمان بچے سے شفقت و محبت ہے اور وہ اس کی کامیابی کے خواہاں ہیں۔ اگرچہ اس کا نہ ان کے مذہب سے کوئی تعلق ہے، نہ ان کی حکومت سے۔ بخدا ایسا ہرگز نہیں، بلکہ ایسا کرنے میں ان کے اہم مقاصد اور بے شمار فائدے ہیں جو ان کے اخراجات اور ان کی کوششوں کے مقابل کئی گنا زیادہ ہیں۔ یہ سب تمھارے، تمھارے بیٹوں، تمھارے دین و مذہب اور تمھارے ہم مذہبوں کے خلاف عظیم ترین آفتیں اور سب سے بڑی مصیبتیں ہیں جن سے ہر عقل مند واقف ہے۔

ان (عیسائیوں) کا ایک فائدہ یہ ہے کہ وہ اپنے اسکولوں میں تعلیم حاصل کرنے والے بچوں کے دلوں سے حقیقی دین اسلام کی روح نکال دیتے ہیں۔ اگرچہ وہ ظاہری اعتبار سے مسلمان ہوں، ان کے گوشت پوست اور خون میں ان عیسائیوں کی محبت رچ بس جاتی ہے، اسی محبت میں وہ پروان چڑھتے، اسی کے مطابق زندگی گزارتے ہیں۔ اور یہ سب نتیجہ ہے ان کی زبان، عادات و اخلاق، کتابوں، ان کی مشہور شخصیات کے حالات اور سوانح حیات پڑھنے کا۔ ان چیزوں کو اساتذہ بڑے ہی اچھے انداز میں ان کے سامنے بیان کرتے ہیں، اور اسی کے ضمن میں ان کے سامنے اسلامی عقائد، مسلمانوں کی نمایاں شخصیتوں اور ائمۂ دین کی برائیاں بیان کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ کبھی کبھار وہ سرور پیغمبراں حبیب رب عالم و عالمیاں محمد ﷺ کی ذات گرامی تک تجاوز کر جاتے ہیں۔ یہ باتیں کئی سالوں تک مسلم بچے کے کان سے بار بار ٹکراتی ہیں جس کے نتیجے میں وہ اسکول سے اس طرح نکلتا ہے کہ وہ دین اسلام اور اس کی حمیت سے بالکل ہی عاری ہو چکا ہوتا ہے۔ جس اسکول میں اس نے تعلیم حاصل کی ہے اسے مدد فراہم کرنے والی حکومت اس کے نزدیک اس کی اپنی (اسلامی) حکومت سے زیادہ محبوب ہو جاتی ہے، اور اس کی قومیت اس کے نزدیک اپنی قومیت سے زیادہ پیاری ہو جاتی ہے، وہ اسی قومیت میں اور اس کی شخصیات میں فضل و کمال کا اعتقاد رکھتا ہے، جب کہ ادھر دین اسلام، اپنے نبی سیدنا محمد ﷺ کی سیرت، آپ کے ہدایت یافتہ اور دوسروں کی رہبری و رہ نمائی کرنے والے اصحاب کے فضائل و مناقب، دین مبین کے ائمہ کے فضائل، خلفاے راشدین اور ان کے بعد کے سلاطین اور منصف امرا کے حالات زندگی کے

بارے میں کچھ بھی علم حاصل نہیں کیا۔ بلکہ اس کے سامنے ان کے بارے میں ان شیطان صفت اساتذہ نے ان کے اوصاف حمیدہ اور مناقب جمیلہ کے بر خلاف (جھوٹی) روایات بیان کیں، اس لیے اس کے دل میں ان کے بارے میں فضل و کمال کا وہ اعتقاد نہیں پیدا ہوا جو اپنے دین و ملک کے دشمنوں کے بارے میں پیدا ہوا۔ یہ طلبہ ظاہری اعتبار سے مسلمانوں کے مابین پلتے بڑھتے اور زندگی بسر کرتے ہیں۔ لیکن در حقیقت وہ دین اور حکومت کے دشمن ہوتے ہیں، کیوں کہ ان کے دلوں میں بے دینی اور کھلی گمراہی پوری طرح رچ بس گئی ہے۔ آپ دیکھیں گے کہ جب ان میں سے کسی کو اپنے ہی جیسے گمراہ اور بدبخت شخص کے ساتھ تنہائی مل جاتی ہے تو وہ اس کے ساتھ دین اسلام، اسلامی حکومت اور مسلمانوں کے عادات و اطوار پر اعتراضات کے بارے میں محو گفتگو ہو جاتا ہے۔ اور اس اسکول کو چلانے والی حکومت کی تعریف میں رطب اللسان ہو جاتا ہے، جس میں اس نے گمراہی کی تعلیم مکمل کی اور دین اور فضل و کمال سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ ہر سال ان اسکولوں سے ان بے دینوں کی ایک بڑی تعداد نکلتی ہے، اس طرح چند سالوں میں ان کا ایک "جم غفیر" جمع ہو جاتا ہے جن میں اکثر یا کل کا یہی حال ہوتا ہے۔ انھوں نے حق کو پس پشت ڈال دیا اور اسے فراموش کر دیا، اور حق سے محرومی کے بعد گمرہی کے سوا ہے ہی کیا۔ ان اسکولوں کو کھولنے کے پیچھے یورپ والوں کے جو مقاصد ہم نے ذکر کیے، ان کی تائید اس سے ہوتی ہے جو فاضل گرامی محمد آفندی طلعت مصری نے اپنی کتاب "تربية المرأة" کے آخر میں اس رسالہ سے نقل کیا ہے جس کا نام صاحب رسالہ نے "مجلة العالمین" رکھا ہے۔ یہ شخص ایک مشہور یورپین قلم کار ہے، اس میں اس نے ان کوششوں اور رقوم کا ذکر کیا ہے جو اس کی قوم مشرق میں عیسائیوں کے تغلّب اور ان کے دلوں میں اس کی حکومت کی محبت کا بیج بونے میں صرف کرتی ہے تاکہ وہ اس حکومت کے آلہ کار اور اس کے معین و مددگار بن جائیں۔ اس کے بعد اس نے کہا۔ "ان سب کے باوجود ان کوششوں کا مقصد پورے طور پر حاصل نہ ہوا؛ کیوں کہ عیسائی الگ الگ جماعتوں میں بٹے ہوئے ہیں، اس لیے ان منتشر گروہوں کو یکجا کرنا ضروری ہے تاکہ وہ ایک دوسرے کی مخالفت نہ کریں۔ اور جب وہ ایک گروہ کی شکل اختیار کر لیں گے تو وہ مسلمانوں کا مقابلہ کر سکتے اور ان پر اپنی بالادستی قائم کر سکتے ہیں۔ عیسائیوں کے اسکولوں کے بارے میں، جنھیں انھوں نے اپنے ناپاک

مقاصد و اہداف کے حصول کا ذریعہ بنایا ہے، گفتگو کرتے ہوئے اس نے اس عداوت اور بغض و عناد کو جو اللہ تعالی کے دین کے تعلق سے اس کی قوم کے سینوں میں پوشیدہ ہے یہ کہتے ہوئے ظاہر کیا کہ عیسائی اقوام کے لیے ضروری ہے کہ ہر طریقے سے اسلام کی مخالفت کریں، اور ہر قسم کے ہتھیار سے اہل اسلام سے جنگ کریں۔ اس کے بعد اس نے اپنی یہ رائے ظاہر کی کہ طاقت و قوت سے اسلام کا مقابلہ کرنا اسلام کو مزید پھیلنے کا موقع فراہم کرے گا۔ اس لیے اس کے کہنے کے مطابق اسلام کے ستون کو ڈھانے اور اس کی عمارت کو منہدم کرنے کا سب سے کارگر ذریعہ یہ ہے کہ مسلمان بچوں کو عیسائی اسکولوں میں تربیت دی جائے اور ان کی نشو و نما کے دور سے ہی ان کے دلوں میں شک و شبہ کے بیج ڈالے جائیں تاکہ ان کے عقائد اس طور پر بگڑ جائیں کہ ان کو پتا بھی نہ چلے۔ یوں اگر ان میں کوئی عیسائی نہ بھی ہوا تو اتنا تو ہو گا کہ وہ بچے نہ مسلمان رہیں گے نہ عیسائی بلکہ دونوں کے درمیان تذبذب اور کشمکش و پیچ کا شکار بنے رہیں گے"۔

اس نے کہا: بلاشبہ ایسے لوگ اسلام اور اسلامی ملکوں کے لیے ان لوگوں کی نسبت زیادہ ضرر رساں ثابت ہوں گے جو عیسائیت کو قبول کرنے کا اعلان کریں۔

جب اس نے مسلمان بچیوں کی تربیت کا ذکر چھیڑا تو اپنے دل کی ساری بات بیان کر دی۔ اس نے کہا: عیسائی اسکولوں میں مسلمان لڑکوں کی تربیت اگرچہ موثر ہے جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔ لیکن راہبات کے اسکولوں میں مسلم بچیوں کی تربیت ہمارے حقیقی مقصد کے حصول اور جس غایت کے لیے ہم کوشش کر رہے ہیں اس تک ہماری رسائی کے لیے اس سے بڑی محرک و داعی ہے۔ بلکہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ مسلمانوں ہی کے ہاتھوں اسلام کے خاتمے کے لیے ان کی بچیوں کو اس انداز سے تربیت دے دینا ہی کافی ہے۔

اس کے بعد اس نے اس نتیجے کا ذکر کیا جو ان کے اسکولوں میں داخلہ لینے پر مرتب ہو گا۔ جیسے مسلم عورت کے اخلاق و کردار میں اس حد تک تبدیلی کہ وہ اپنے شوہر پر غالب آجائے"۔ پھر اس نے کہا: "جب عورت اس طرح غالب آجائے گی تو پورے خاندان کا نظام یکسر بدل جائے گا اور مرد اس کی مٹھی میں آجائے گا، پھر وہ نہ صرف اپنے شوہر کے عقیدہ میں اثر انداز ہو گی بلکہ اسے اسلام سے ہی دور کر دے گی اور اولاد کی ان کے والد کے دین کے تقاضوں کے برخلاف تربیت

کرے گی۔

جس دن ماں اپنی اولاد کی ایسی تربیت کرے گی وہ اسلام پر غالب آجائے گی۔ لہٰذا کوئی شور و غل اور ہنگامہ کیے بغیر اسلام اور اس کے ماننے والوں سے جنگ کے لیے یہ سب سے زیادہ کامیاب طریقہ اور موئثر ذریعہ ہے۔ اور یقیناً یہ طریقہ مقاصد کے حصول اور منزل مقصود تک رسائی کا سب سے بڑا محرک ہے، اس لیے ہمیں اسی کو اپنانا چاہیے۔

رہی بات مسلمانوں سے کھلم کھلا بحث و مباحثے کی کوشش کی تو یہ ان کے نفوس کے اندر مخفی اور ان کے پہلوؤں کے درمیان خوابیدہ تعصب کے عوامل و محرکات کو بیدار کردے گی یوں ان کو قابو میں نہ لایا جاسکے گا۔ اور یہ کوئی دانش مندی کی بات نہیں ہے"۔

اس کے بعد محمد آفندی طلعت نے کہا:

"یہ وہ باتیں ہیں جن پر کوئی تبصرہ کیے بغیر ایک دردمند انسان نے صرف ان کے ذکر پر اکتفا کیا ہے۔ اور مجھے امید ہے کہ یہ باتیں والدین کے لیے عبرت اور اولاد کے لیے نصیحت کا سامان ثابت ہوں گی"۔

چوتھی فصل

بیروت کا ایک واقعہ

بلا شبہہ مذکورہ اسکول دور و نزدیک کے علاقوں سے تعلق رکھنے والے جاہل مسلمانوں، فاسقوں اور گمراہوں کا مطمح نظر بن چکے ہیں۔ حالاں کہ ان کے حالات و خطرات ایسے ہیں کہ کوئی بھی ایسا مسلمان انھیں پسند نہیں کر سکتا جس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہے۔ وہ لوگ فرنگی زبانوں کو سیکھنے کی غرض سے ان میں اپنے بچوں کو بھیجتے ہیں اور اس کی پروا نہیں کرتے کہ وہ اپنے بچوں کا دین برباد کررہے ہیں، اور ان کے درست عقائد کو خراب کررہے ہیں۔

بے شک ان کے دلوں میں دنیا اور اسباب دنیا کی زبردست خواہش موجود ہونے کے ساتھ انھیں اس پر ابھارنے والی شَیَٔ یہ ہے کہ وہ ان مفاسد اور عقائد کی خرابیوں سے ناآشنا ہیں جوان

اسکولوں میں ان کے بچوں میں پیدا ہوتی ہیں، یہ اس وقت ہے جب کہ نہ خود اس کے باپ کے عقیدے میں کوئی گڑبڑی ہو نہ وہ دین کو استخفاف و حقارت کی نظر سے دیکھتا ہو۔ اور نہ وہ محض نام اور قومیت کے لحاظ سے ہی مسلمانوں کے ساتھ ہو۔ اس نے اپنی عظیم اولاد کے لیے وہی کھلی گمراہی اختیار کی جو اس نے اپنے لیے اختیار کر رکھی ہے اور جس میں وہ ایک زمانہ پہلے ہلاک ہو چکا۔

جہاں تک ان پڑھ شخص کی بات ہے تو اس کی ہدایت و رہ نمائی ممکن ہے؛ اس لیے کہ جب وہ حق آشنا ہو جائے گا اور اسے معلوم ہو جائے گا کہ صحیح کیا ہے اور غلط کیا ہے تو اس سے حق و صحیح کی طرف رجوع کر لینے اور خود کو اور اپنی اولاد کو ہلاکت میں ڈالنے والے اسباب سے بچا لینے کی امید کی جا سکتی ہے۔

اسی نوع کا ایک واقعہ یہ ہے کہ میں نے بیروت کے ایک مسلمان کو جس نے اسی طرح کے ایک اسکول میں اپنے تین بچے رکھ چھوڑے تھے۔ نصیحت کی اور اس سے درخواست کی کہ وہ ان بچوں کو ان سے نکال کر مسلمانوں کے سرکاری یا پرائیوٹ اسکولوں میں داخل کرا دے کیوں کہ یہ تمام اسکول اس بات کے کفیل ہیں کہ انھیں ان کی ضرورت کے دینی اور دنیوی امور کی تعلیم دیں، ساتھ ہی وہ ان خرابیوں سے بھی محفوظ رہیں جن کا ان کے عقائد میں پایا جانا غیر اسلامی اسکولوں میں یقینی ہے۔ اس نے جواب دیا: مجھے اس بات پر اطمینان ہے کہ میرے بچے ان اسکولوں میں داخلہ کی بنیاد پر عیسائی نہیں ہوں گے؛ کیوں کہ ان عیسائیوں کے دین کا ناحق ہونا ظاہر ہے، یہی وجہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ بیشتر عیسائی جن کی نشو و نما ان کے دین کے مطابق ہوئی اور جو اپنے آبا و اجداد سے اس کے وارث ہوئے، وہ اس کو صحیح نہیں مانتے ہیں؛ کیوں کہ اس میں ایسی متضاد و متعارض باتیں پائی جاتی ہیں جنھیں کوئی بھی عقل مستقیم اور ذوق سلیم رکھنے والا انسان پسند نہیں کر سکتا۔ میں نے اس سے کہا: تم ٹھیک کہہ رہے ہو مگر جب بچوں کے عقائد میں بگاڑ پیدا ہو جائے گا تو وہ کافر ہو جائیں گے، خواہ وہ دین نصاری میں داخل ہوں یا نہ ہوں۔ میں اس کے بارے میں اس سے برابر مراجعت کرتا رہا یہاں تک کہ حقیقت اس کی سمجھ میں آگئی اور اس نے حق کو جان لیا۔ اس لیے اپنے بچوں کو ان سے نکال کر مسلمانوں کے اسکولوں میں داخل کرا دیا۔ و الحمد للہ رب العلمین.

پانچویں فصل

چھوٹے بچوں پر ایسے اسکولوں کے اثرات

مسلمان لڑکا ان نصرانی اسکولوں میں جب داخل ہوتا ہے، اس وقت اس کا عقیدہ درست ہوتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور رسول اللہ ﷺ کی رسالت پر یقین رکھتا ہے، وہ اس پر یقین رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے، اس کے سوا تمام ادیان باطل ہیں، ان میں کوئی بھی اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول نہیں۔ اس کو اس عقیدہ میں ذرہ برابر بھی شک نہیں ہوتا ہے؛ کیوں کہ اس نے اسی عقیدے پر اپنی آنکھیں کھولیں اور دیکھا کہ اس کے والدین، خویش واقارب اور اس کے ہم مذہب، سب اسی عقیدے کے حامل ہیں۔

اس نے اپنے معلم سے قرآن مجید اور بنیادی اسلامی عقائد سیکھے۔ اس لیے اگر وہ اسی حالت پر برقرار رہتا اور اسی کی روشنی میں زندگی گزارتا تو مسلمانوں ہی کی صف میں باقی رہتا اور سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاتا۔

لیکن جب وہ دل میں اسلامی عقائد کے غیر متزلزل طور پر راسخ ہونے سے پہلے ہی کسی عیسائی اسکول میں داخل ہو جاتا ہے تو وہ عیسائی بچوں کے ساتھ کلیسا جانے اور ان کی طرح عبادت کرنے کو قبول کر لینے کے سبب، بظاہر عیسائی ہو جاتا ہے۔ پھر وہ ان کے دین کے احکام سیکھتا ہے تو اس کے اساتذہ اسے اسی دین کے مطابق تربیت دیتے ہیں اور یہ ایک حقیقت ہے کہ انسان ویسا ہی بنتا ہے جیسی اس کی تربیت ہو۔ اور بچپن کی تعلیم پتھر میں بنے ہوئے نقش کی طرح انمٹ ہوتی ہے۔ یوں وہ بچہ ابھی چھوٹا ہے، اس کے دل میں پورے طور پر اسلامی عقائد راسخ نہیں ہوئے ہیں اور دین اسلام کے احکام سے وہ بہت ہی کم واقف ہے، اس لیے جب وہ اسی حالت میں ایک مدت تک رہے گا تو شیطان، اس کے مددگار معلّمین اور اس کے بھائی گمراہ طلبہ، اس کے دل میں دین نصاریٰ کے صحیح ہونے کا احتمال پیدا کر دیں گے جسے سیکھنے اور جس کی پیروی کرنے کی کوشش میں ابھی وہ مشغول ہے۔ اور جب کہ بچہ کے لیے یہ صورت حال پیدا ہو جائے اور اس کے دل میں دین نصاریٰ کے صحیح ہونے کا احتمال در آئے تو ایمان اس کے دل سے نکل جائے گا اور وہ ظاہر و باطن ہر

اعتبار سے کافر ہوجائے گا۔ والعیاذ باللہ

چھٹی فصل

نوجوانوں پر ایسے اسکول کے اثرات

جب کوئی مسلمان طالب علم ان اسکولوں میں رہتا ہے وہاں اس کا عقیدہ رفتہ رفتہ بگڑتا ہے اور اللہ تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ اور دین اسلام سے اس کی دوری بڑھتی جاتی ہے۔ اور جس قدر وہ حق سے دور ہوتا جاتا ہے اسی قدر وہ شیطان اور اس کے اعوان وانصار سے قریب ہوجاتا ہے اور دھیرے دھیرے کفر کی قعر عمیق میں گرتا جاتا ہے۔ الحاد اور دین حق سے انحراف میں قدم بقدم ترقی کرتا رہتا ہے اور اس کے اسلامی عقائد میں رفتہ رفتہ شکوک وشبہات پیدا ہوتے رہتے ہیں یہاں تک کہ دین سے الگ ہوکر وہ ملعون کافروں کے زمرے میں شامل ہوجاتا ہے۔

اور مسلمانوں کی جماعت سے نکلنے اور کافروں کے زمرے میں داخل ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ کسی اسلامی عقیدہ میں شک پیدا ہوجائے، مثلاً سیدنا محمد ﷺ جو کچھ لے کر تشریف لائے اس کے کسی ایسے امر کے صحیح ہونے میں شک کرنا جس کا ضروریات دین سے ہونا بداہۃً معلوم ہے، جیسے: قرآن مجید کی کسی آیت کے صحیح ہونے، مرنے کے بعد زندہ کیے جانے، حساب، جنت اور ایمان والوں کے لیے اس میں مہیا کی جانے والی بے شمار دائمی نعمتوں کے بارے میں شک کرنا، اسی طرح جہنم اور کافروں کے لیے اس کے دائمی ولامتناہی عذاب کے بارے میں شک کرنا۔

توجب اس کے دل میں ان میں سے کسی کے بارے میں ادنیٰ سا بھی شک پیدا ہوجائے تو وہ کافر ہوکر دائمی عذاب جہنم کا مستحق ہوجائے گا۔ والعیاذ باللہ

جب تک وہ اس بدبختانہ حالت پر ان اسکولوں میں رہے گا، کفر، بدبختی اور الحاد کے مراتب میں روز بروز ترقی کرتا رہے گا اور اسی کے ساتھ وہ ہر لمحہ جہنم کے پست سے پست تر طبقات میں گرتا جائے گا یہاں تک کہ جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں جا پہنچے گا۔ اور یہ کیا ہی برا ٹھکانہ ہے۔

جو مسلمان بچے ان اسکولوں میں مذکورہ بالا شرطوں کے ساتھ داخلہ لیتے ہیں ان میں اکثر

اسلامی عقائد کے بگڑ جانے کے بعد منافق اور بے دین ہو جاتے ہیں۔ سوائے ان کے جنھیں اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے اور وہ بہت ہی کم ہیں۔

ان میں پڑھنے والے کسی دین کو نہیں مانتے ہیں، وہ صرف بظاہر مسلمان ہوتے ہیں۔ اللہ کی وحدانیت اور محمد رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی رسالت کی زبانی گواہی دیتے ہیں۔ دلوں کے فساد کے ساتھ مسلمانوں کے درمیان زندگی گزارتے ہیں اور لوگوں سے شرم وحیا آنے کے سبب ان میں کوئی کبھی کبھار نماز پڑھ لیتا ہے، روزہ رکھ لیتا ہے تاکہ جب لوگ اس سے متعارف ہوں تو وہ ان کی نظروں سے گر نہ جائے، حالاں کہ باطنی طور پر اپنے مذہب والوں سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہوتا، الّا یہ کہ اللہ تعالیٰ اسے ہدایت دے اور اپنے فضل وکرم سے اسے اس کی ابتدائی حالت کی جانب لوٹادے۔ اور یہ بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں کافی ہے اور وہ کیا ہی بہتر کارساز ہے۔

ساتویں فصل (الف)

مشنری اسکول لادینیت کا سرچشمہ

جب مسلمان طالب علم ان اسکولوں میں عیسائی مذہب کے احکام سیکھتا ہے تو عیسائیوں کی طرح وہ بھی انھیں غیر معقول، ناقابل قبول اور باہم متعارض خیال کرتا ہے، اور جب وہ خود یا کوئی عیسائی طالب علم اس مذہب کے کسی ایک حکم پر اعتراض کرتا ہے۔ حالاں کہ اس کے اکثر بلکہ تمام احکام قابل اعتراض ہیں۔ اور اس کے بارے میں اپنے استاذ سے سوال کرتا ہے تو وہ اسے ڈانٹ پلا کر خاموش کر دیتا ہے۔ اور اس سے کہتا ہے کہ دین عقل سے ماورا ہے، کیوں کہ معلم کو بھی معلوم ہے کہ یہ حکم قابل اعتراض ہے اور اس کا کوئی جواب نہیں۔ اور اس نے بھی اس سے پہلے اپنے معلم سے یہی سنا تھا کہ دین عقل سے ماورا ہے۔ تاکہ مذہب عیسائیت پر وارد ہونے والے اعتراضات کا سد باب ہو سکے۔ مگر اعتراضات کا یہ باب اتنا وسیع ہے کہ اس کو صحیح جوابات کے ذریعہ بند کرنا ان کے لیے ممکن ہی نہیں۔

طالب علم جیسے جیسے دین نصاریٰ کے احکام کی معرفت میں ترقی کرتا جاتا ہے اس سے اس کی نفرت اور اس کے صحیح نہ ہونے کا یقین اس کے اندر بڑھتا جاتا ہے۔ اور اسی کے ساتھ تمام

ادیان کے صحیح نہ ہونے کی جانب بھی اس کا ذہن منتقل ہوتا جاتا ہے۔ پھر وہ دین کے مقابلے میں بے دینی کو ترجیح دینے لگتا ہے۔ اور اس کی عملی زندگی میں دینی وشرعی تکالیف یعنی: ماموراتِ مثلاً نماز، روزہ اور باقی عبادات کی بجا آوری کا موجود نہ ہونا اور منہیات مثلاً زنا، سود، جوا اور نفسانی خواہشات کو پسند آنے والی اسی طرح کی دوسری معصیتوں کا موجود ہونا اس کی نظر میں اس بے دینی کو پسندیدہ بنا دیتا اور اس کے دل کو اس کی طرف راغب کر دیتا ہے۔ جیسا کہ اکثر اہل مغرب کا یہی حال ہے، اگرچہ وہ بظاہر عیسائی ہیں۔

آٹھویں فصل (ب)

ان اسکولوں میں دین کے بارے میں پیدا ہونے والے شکوک وشبہات کے اسباب بچے کے دل میں رفتہ رفتہ داخل ہوتے ہیں اور اسکول میں قیام کے مہ وسال گزرنے کے ساتھ ساتھ ان میں اضافہ ہوتا رہتا ہے اور وہ یکجا ہوتے رہتے ہیں۔

انھیں اسباب میں سے ایک سبب علم طبیعیات کی تحصیل اور بے دین معلمین وطلبہ سے میل جول ہے۔ کبھی کبھار وہ، ملحد مغربی قلم کاروں کی ان کتابوں کو پڑھتا ہے جن میں وہ عام طور پر تمام ادیان اور خاص طور پر اس دین نصاری کا مذاق اڑاتے ہیں جس کے مطابق بچپن میں ان کی نشو ونما ہوئی اور جس کے عیوب پر وہ مطلع ہوئے۔ اس لیے وہ مسلمان طالب علم بھی انھیں کی طرح یہ گمان کرنے لگتا ہے کہ دین نصاری کی طرح تمام ادیان بھی نامعقول ہیں یہاں تک کہ اس کا دین بھی؛ کیوں کہ جب اس کے باپ نے اسے اس سب سے بڑی مصیبت اور سب سے عظیم بلا میں ڈالا تھا تو اس کا ذہن بالکل سادہ تھا، وہ اللہ تعالی کی وحدانیت اور محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت کی گواہی اور بچپن میں اپنے ماں باپ اور مسلمان استاذ سے سنے ہوئے تھوڑے بہت احکام کے سوا دین اسلام کے احکام سے بالکل نابلد تھا۔ وہ اس دین روشن وواضح کی حقیقت سے آگاہ نہ تھا کہ اسے معلوم ہوتا کہ یہ علی الاطلاق تمام ادیان وملل سے زیادہ صحیح دین ہے، اور یہی وہ دین برحق ہے جس میں ایسی باطل اور بے بنیاد باتیں نہیں ہیں جو دوسرے ادیان میں عام طور پر پائی

جاتی ہیں۔اس کے عقائدواحکام میں ایسی باہم متصادم اور متعارض باتیں بالکل نہیں ہیں جنھیں اس نے دوسرے مذاہب میں دیکھا۔یہی روے زمین پر اللہ تعالی کا تنہا وہ دین ہے جو صحیح ہے اور اس کے علاوہ تمام ادیان باطل ہیں۔ان اسکولوں میں مسلمان بچے کے دل میں جو صیقل شدہ آئینے کی طرح غایت درجہ صاف ستھرا ہوتا ہے،مذکورہ امور کے پورے طور پر جاگزیں اور راسخ ہونے سے پہلے اس کا سامنا فاسد اور بے بنیاد باتوں اور باطل و بے ہودہ عقائد سے ہوتا ہے۔تو یہ اس میں نقش ہوجاتے ہیں اس لیے کفر پر اس کی نشوونما ہوتی ہے اور وہ اپنے اس سرپرست کے ساتھ لعنت خداوندی اور آتش جہنم میں ہمیشہ جلنے کا مستحق ہوجاتا ہے جس نے اس کے لیے یہ صورت حال پسند کی اور اسے ان ہلاکت کی جگہوں میں ڈالا۔پھر جب تک وہ اس اسکول میں رہتا ہے ہر دن اس کا کفر وفساد فزوں تر ہوتا جاتا ہے،یہاں تک کہ اس کا دل بے نور ہوجاتا ہے اور وہ دین وعقل دونوں سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔یوں اسکول کی مدت مکمل ہونے کے بعد اس سے نکلنے کے وقت اس کا یہ حال ہوتا ہے کہ اس کے دل سے دین اسلام اور اس کا نشان مٹ چکا ہوتا ہے اور اس کے ساتھ صرف اسلام کا نام ہی باقی رہ جاتا ہے۔وہ مسلمانوں کے درمیان اس طرح زندگی بسر کرتا ہے کہ بظاہر مسلمان ہوتا اور اندر سے زندیق ہوتا ہے اور اس کا کوئی دین ومذہب نہیں ہوتا۔یہاں تک کہ وہ کفر کی حالت میں مرکر ہمیشہ کے لیے آتش جہنم میں جلنے کا حق دار ہوجاتا ہے اور یہی حال اس کا بھی ہوتا ہے جس نے اس کے لیے کفر کو پسند کیا۔اور یہ کیا ہی برا ٹھکانہ ہے۔ہاں!ان بچوں میں سے اللہ تعالی نے جنھیں ان ہولناکیوں سے محفوظ رکھا وہ ان برے نتائج وعواقب سے محفوظ رہے، مگر ایسے بہت کم ہیں۔

نویں فصل

نجات اخروی کا مدار

جس ایمان پر نجات اخروی موقوف ہے وہ نام ہے اس بات کی کامل تصدیق کرنے کا کہ

اللہ وحدہ لاشریک کے سوا کوئی سچا معبود نہیں، وہ بلند و برتر ہستی تمام صفات کمال سے متّصف اور تمام صفات نقص سے پاک ہے۔ ہمارے آقا محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ آپ ﷺ جو قرآن و سنت اللہ کے پاس سے لے کر آئے اور جن کو لوگوں تک آپ نے پہنچایا ان میں آپ صادق وامین ہیں۔ انھیں میں سے دین اسلام کے وہ احکام بھی ہیں جن کا دین سے ہونا ضروری طور پر معلوم ہے۔ جیسے: نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، پس مرگ دوبارہ زندگی دیا جانا، حشر، پل صراط، جنت، دوزخ۔ اور جیسے زنا، سود، شراب نوشی وغیرہ کا حرام ہونا۔ ان کے علاوہ اور چیزیں بھی ہیں جن کی خبر ہمیں حضور ﷺ نے اللہ کی طرف سے دی۔ تو وہ سب کی سب حق اور سچی ہیں، ان میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ اور اگر دل میں اللہ کے وجود یا تمام صفات کمال سے اس کے متّصف ہونے یا تمام صفات نقص و بے کمالی سے اس کے پاک ہونے یا نبی کریم ﷺ نے جن جن باتوں کی ہمیں اللہ کی طرف سے خبر دی ہے ان میں آپ کی امانت وصداقت کے بارے میں ذرا بھی شک پیدا ہو جائے تو وہ دین اسلام سے نکل جائے گا اور کافر ہونے کے ساتھ جہنم کے دائمی عذاب کا مستحق ہو جائے گا اور وہ کیا ہی برا ٹھکانا ہے۔

آپ جان چکے ہیں کہ ان اسکولوں میں جو بھی مسلمان بچہ داخل ہوتا ہے، اس کا صحیح اسلامی عقیدہ اس کے لیے محفوظ وسلامت نہیں رہتا کہ اس میں شکوک وشبہات اور غلط اوہام وخیالات کا فساد داخل ہو جاتا ہے۔ لہٰذا جسے اللہ ورسول اور اپنا دین محبوب ہو وہ اپنے بچے کو ان عظیم خطرات میں نہ ڈالے۔

دسویں فصل

بدمذہب والدین اولاد کو بدمذہب بناتے ہیں

مسلم طالب علم پانچ سال یا اس سے کم وبیش کے شب وروز اسکول میں گزارنے، پورے طور پر اپنے عقیدہ کی بندش سے آزاد ہو جانے اور اس کی جگہ کفر وزندقہ کے لے لینے کے بعد جب وہاں سے نکلتا ہے تو وہ ظاہری اعتبار سے ہی مسلمان رہ جاتا ہے، صرف زبان سے کلمہ شہادت

پڑھتا ہے اور جب اپنے جیسے کسی شخص سے تنہائی میں ملتا ہے تو اس سے چوری چھپے اسی گمراہی اور بے دینی کے بارے میں گفتگو کرتا ہے جس پر اس کا ویران دل مشتمل ہے۔ اور جسے وہ اپنے والدین اور دیگر مسلمانوں سے مخفی رکھتا ہے اور اسی حالت پر قائم رہتے ہوئے زندیق منافق اور اللہ و رسول اور قیامت کا منکر بن کر اس طرح زندگی گزارتا ہے کہ نہ مابعد موت کی زندگی اور حشر و نشر کا عقیدہ رکھتا ہے اور نہ کسی دین کو تسلیم کرتا ہے، اور جب اس کے پاس کچھ بچے آتے ہیں تو وہ ان کی تربیت اسی گمراہی اور نفاق پر کرتا ہے، جس پر وہ خود قائم ہے، ہاں وہ لوگ ایسا نہیں کرتے جن پر اللہ رحم فرمائے اور ان کی کھوئی ہوئی نعمت دین سے دوبارہ انھیں نواز دے۔

اور یہ اسی وقت ہوتا ہے جب وہ گمراہی کے اسباب اور گمراہوں کے ساتھ میل جول رکھنے سے پرہیز کرے، اور نیکوکار مسلمانوں کی ہم نشینی اختیار کرے، دین کے احکام پر عمل کرے اور نماز و روزہ اور اسلامی عبادات کی پابندی کرے۔

گیارہویں فصل

عیسائی مذہب سے بیزاری

ان اسکولوں سے نکلنے کے بعد جہاں مسلمانوں کے بچے اپنا دین کھو بیٹھتے ہیں وہیں نصاریٰ کے بچے بھی اپنے دین سے بے گانہ ہو جاتے ہیں؛ کیوں کہ وہ جیسے جیسے علم حاصل کرتے جاتے اور ان کی عقلوں میں اضافہ ہوتا جاتا ہے وہ اپنے دین کے عیوب اور اس کے تضادات سے آگاہ ہوتے جاتے ہیں۔ اور ان کے دلوں میں، اس پر وارد ہونے والے وہ مضبوط اعتراضات راسخ ہوتے جاتے ہیں جن کا کوئی جواب نہیں۔ پھر عقلی علوم پڑھنے سے بھی دین سے ان کی نفرت اور اس پر ان کے اعتراض میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ یوں وہ اسکول سے نکلنے کے وقت فطرت پرست اور دین سے عاری ہوتے ہیں اور صرف ظاہری اعتبار سے نصرانی ہوتے ہیں۔

یہ مسلم ہے کہ مسلمانوں کے بچے شب و روز ان سے ملتے جلتے ہیں اس لیے دین سے بے زاری کی خو بو ان مسلم بچوں کی جانب منتقل ہو جاتی ہے، مزید برآں وہ خرابیاں بھی ہیں جن میں وہ

خود ان علوم کو پڑھنے اور اپنے ان اساتذہ سے سننے کے سبب ملوث ہوتے ہیں جن کا حال بھی کچھ ایسا ہی ہے۔

اس طرح مسلمان بچے کے پاس عام طور پر تمام ادیان کے صحیح ہونے کے بارے میں شک و شبہہ کے بہت سارے اسباب جمع ہوجاتے ہیں۔اس لیے ان سب کے ہوتے ہوئے یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ اسکول سے نکلے اور اس کا عقیدہ محفوظ رہے، یہ ہرگز نہیں ہوسکتا، ہرگز نہیں ہو سکتا۔ یہ تو ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص یہ دعوی کرے کہ اسے متعدّد توپوں سے نشانہ بنایا جائے تو بھی وہ زندہ رہے گا۔ لیکن ظاہر ہے کہ یہ عادتًا ناممکن ہے۔ واللہ المستعان.

بارہویں فصل

والدین سے خطاب

بعض نادان فاسق اور گمراہ مسلمان کہتے ہیں: عیسائی اسکولوں میں بچوں کو داخل کرانے اور دین اسلام سے متصادم شرائط کو قبول کرنے سے ہمارا مقصد صرف یہ ہے کہ ہمارے بچے جاہل نہ رہ جائیں۔

میں ان سے کہتا ہوں اسلامی مدارس ان کی خواہش کے مطابق ان کے بچوں کو مختلف زبانیں اور دنیوی علوم سکھانے کے لیے کافی ہیں، ساتھ ہی یہاں ان کا دین اسلام بھی محفوظ رہتا ہے، اسلامی احکام و عقائد سیکھنے کے سبب دین پر ان کے یقین میں اضافہ بھی ہوتا ہے اور نماز و دیگر عبادات اور اسلامی آداب کی پابندی بھی ہوتی ہے۔

بلا شبہہ ہمیں ان لوگوں سے زیادہ علم ہے؛ کیوں کہ شیطان نے ان کی جہالت اور دنیا اور اسباب دنیا کی سخت حرص و طمع کی دو لگاموں سے انھیں اپنا تابع فرمان بنا رکھا ہے اور انھیں وہ یہی لچر دلیلیں سکھاتا رہتا ہے۔ اگر ان کی باتوں کو صحیح مان بھی لیا جائے، تو میں اس نادان باپ سے کہتا ہوں، تمھیں ان دو باتوں میں کون زیادہ پسند ہے؟ کیا تمھیں یہ بات زیادہ پسند ہے کہ تمھارا بیٹا تمھاری خواہش کے مطابق غیر ملکی زبانوں اور دنیاوی علوم کا دانا ہوجائے اور ساتھ ہی ساتھ کافر اور ہمیشہ کے لیے جہنمی ہوجائے، یا تمھیں یہ زیادہ پسندیدہ ہے کہ تمھارا فرزند ان تمام زبانوں اور دنیاوی

علوم سے نا آشنا رہے، مگر وہ مسلمان اور ہمیشہ کے لیے جنت میں رہنے کا سزاوار ہو جائے۔ اگر اس نے جواب میں شق اول کو اختیار کیا تو اس کے کفر میں کلام نہیں۔ اور اگر اس نے شق دوم کو اختیار کیا تو یہی مطلوب ہے اور اللہ تعالی توبہ کرنے والے کی توبہ قبول فرماتا ہے۔

شاید شیطان اسے یہ جواب تلقین کرے کہ اس کا بیٹا مذکورہ شرطوں پر ان اسکولوں میں تعلیم حاصل کرنے کے باوجود کافر نہ ہوگا۔ تو اب یہ جواب دیدہ و دانستہ حق کا انکار ہے۔ کیوں کہ ہم نے پہلے ہی تفصیل سے بیان کر دیا ہے کہ ان اسکولوں کی حالت کیا ہے اور یہ بھی بتا دیا ہے کہ طالب علم محض گرجا گھر میں داخل ہونے اور اہل کلیسا کے ساتھ عبادت کرنے کے سبب کافر ہو جاتا ہے پھر وہ کفر میں درجہ بدرجہ ترقی کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کا دل پورے طور پر بے نور ہو جاتا ہے۔ والعیاذ باللہ تعالی.

تیرہویں فصل

بچوں کے فساد عقیدہ کے ذمہ دار والدین ہیں

جو لوگ ان اسکولوں میں اپنے بچوں کو داخل کراتے ہیں، ان میں کچھ لوگوں کا یہ خیال ہوتا ہے کہ ان کے بچوں کے عقیدے خراب نہ ہوں گے، اور وہ ہمیشہ اپنے دین کے پابند رہیں گے؛ کیوں کہ وہ اعلی خاندان کے اور ذہین و فطین ہیں۔ وہ دین کے بارے میں کسی فریب کا شکار نہیں ہوں گے۔

ایسا خیال رکھنے والوں سے میں کہتا ہوں کہ تمھارا یہ کہنا دو وجہوں سے ناقابل قبول ہے:

(۱) پہلی وجہ یہ ہے کہ ایسا گمان رکھنے کے سبب اس کے بیٹے کے دین اور خود اس کے دین میں گڑبڑی پیدا ہو گئی؛ کیوں کہ جب اس نے اپنے بیٹے کو ان میں سے کسی اسکول میں اس شرط کے ساتھ داخل کرایا کہ وہ نصرانی بچوں کے ساتھ گرجا گھر جائے گا، اور بالکل انھیں کی طرح ان کے ساتھ عبادت کرے گا تو نہ صرف اس پر حکم کفر عائد ہوگا بلکہ اس کا داخلہ کرانے والے پر بھی یہی حکم لگے گا؛ کیوں کہ وہ اس کفر پر راضی ہے اور کفر پر راضی ہونے والا بھی کافر ہو جاتا ہے۔ (۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ اس کے بیٹے کا ذہین ہونا اس کے عقیدے میں شک پیدا ہونے سے مانع

نہیں ہو سکتا؛ کیوں کہ یہ شکوک و شبہات اگر محسوس اور ظاہر ہوتے تو ممکن ہوتا کہ بچہ اپنی ذکاوت و ذہانت کی بدولت ان سے بچ جائے اور اپنے دل میں ان کے داخل ہونے سے محفوظ رہے۔ لیکن یہ غیر محسوس اور ایسے شیطانی وسوسے اور خیالات ہیں جو دل میں اس وقت آجاتے ہیں جب ان کے اسباب مہیا ہو جائیں۔ خواہ بچہ چاہے یا نہ چاہے، خواہ وہ ذہین ہو یا نہ ہو۔ اور جو شخص اس بچے کے ان اسکولوں میں موجود ہونے کے باوجود اس کے محفوظ رہنے کا دعوی کرے وہ ایسا ہے جیسے وہ شخص جو اپنے بچے کو بھوکے، خونخوار درندوں کے آگے ڈال دے اور یہ گمان کرے کہ وہ ان سے بچ جائے گا۔

چودہویں فصل

مشنری اسکولوں کے فائدے کم اور نقصانات زیادہ ہیں

اے مسلمان! وہ کون سے فائدے ہیں جنھیں تمھارے بیٹے نے ان نصرانی اسکولوں میں رہ کر حاصل کیے حالاں کہ اس نے ان کے بدلے اپنا دین اور شرافت دونوں برباد کر ڈالے، اپنے مذہب اور اپنی حکومت کے تعلق سے اپنی غیرت و حمیت کو ختم کر ڈالا اور دل سے اپنے مسلمان بھائیوں اور توحید پر یقین رکھنے والے اپنے دوستوں کا ہی دشمن نہ ہوا بلکہ اپنے آباؤ اجداد کا بھی دشمن ہو گیا جو کامیابی و کامرانی اور دین مبین کے شرف و عزت سے سرفراز ہو کر اس دنیا سے رخصت ہوئے۔

اس کے برعکس وہ اپنے دین و مذہب اور اپنی قومیت و حکومت کے دشمنوں کا دوست بن گیا۔ ان سے محبت و یاری کا دم بھرتا، ان کے فضل و کمال کا چرچا کرتا، ان کے عیوب پر پردہ ڈالتا، ان کی برائیوں کو اچھا بنا کر پیش کرتا اور اپنے مذہب اور حکومت کے مفادات پر، ان کے مفادات کو مقدم رکھتا ہے۔

اس لیے ان سب کے بدلے میں تمھارے بیٹے کا صرف یہ فائدہ ہوا کہ اس نے ایک مغربی زبان اور عصری علوم کے کچھ مبادیات سیکھ لیے مگر وہ ان سے جہالت کی تاریکی سے باہر نہیں نکلا حالاں کہ وہ ایمان کی پختگی اور سلامتی کے ساتھ اسلامی تعلیم گاہوں میں اس قدر بلکہ اس سے بھی زیادہ حاصل کر سکتا تھا۔

اے نادان باپ! اپنے بیٹے کے دین و شرف کو ضائع کرنے اور ان کے بدلے میں اس کے لیے مذکورہ چیزوں کو طلب کرنے میں تمھاری مثال اس شخص کی طرح ہے جو بڑے اور نفیس و قیمتی پتھر کو ضائع کر دے اور اس کے عوض تھوڑے پیسے لے لے۔ کیا وہ تمھاری رائے میں عقل مند ہو سکتا ہے، ہر گز نہیں، بلکہ وہ پاگل ہے جو پاگل پن جیسی عظیم ترین مصیبت اور جذامی ہے جو کوڑھ جیسی بدترین بیماری میں مبتلا ہو گیا ہے۔ اس نے زمین و آسمان سے بھی بڑی نعمت کھو دی، اور جو چیز حاصل ہوئی وہ ذرہ ناچیز سے بھی حقیر تر ہے۔ اور یہ کسی بھی عقل مند مسلمان پر پوشیدہ نہیں ہے، اگرچہ ان جاہل، فاسقوں اور گمراہوں پر پوشیدہ ہو جنھوں نے اپنی اولاد اور اپنے جگر پاروں کو ان اسکولوں میں داخل کر کے ان پر جو ظلم کیا ہے وہ ایک دشمن اپنے حریف دشمن کے ساتھ نہیں کرتا۔

پندرہویں فصل

مشنری اسکولوں کے فارغین کا حال

مسلمانو! تم نے اس شخص کے اندر کون سی بھلائی دیکھ لی جس نے مغربی زبانیں اور اہل مغرب کے دنیاوی علوم حاصل کیے، یہاں تک کہ تم نے اپنے اور اپنی اولاد کے دین کے لیے اتنا بڑا خطرہ مول لے لیا، اور خود اپنی ذات اور اپنے فرزند کو ان ہلاکت خیز جگہوں میں لا ڈالا۔

اگر مغربی زبانوں کو جان لینا ہی رزق کی وسعت، جاہ و مرتبہ کی بلندی اور دنیاوی عزو شرف کا ضامن ہے تو ایسا کیوں ہے کہ وہ اساتذہ جن سے تمھاری اولاد اسکول میں تعلیم حاصل کر رہی ہے، ہم انھیں ان لوگوں میں دیکھ رہے ہیں جو معاشی اعتبار سے سب سے زیادہ کنگال، فرومایہ، محروم اور پریشان ہیں۔ انھیں کچھ بھی دنیاوی عزو شرف اور رفعت و عظمت حاصل نہیں، حالاں کہ وہ ان زبانوں کے ماہر ہیں اور تمھارا لڑکا تو ان سے کچھ ہی علم حاصل کرتا ہے، تو وہ اس قلیل علم کو حاصل کر کے اپنی دنیا میں کیسے کامیاب ہو جائے گا جب کہ وہ وافر علم رکھنے کے باوجود کامیاب نہ ہوئے جس کو حاصل کرنے میں انھوں نے اپنی زندگی کے لمبے مہ و سال گنوا دیے۔ ہاں! انھیں زیادہ سے زیادہ یہ فائدہ حاصل ہوا کہ وہ ان اسکولوں کے اساتذہ بن گئے جہاں دن بھر وہ اتنی معمولی معاش کے حصول میں مشغول رہتے ہیں جو بقدر ضرورت ہی ان کے اور ان کے اہل و عیال کے

لیے کفایت کرتی ہے۔ اور جیسا کہ مشاہدہ ہے کہ ان سے بہتر، وسیع تر، سہل تر اور مفید تر معیشت والے وہ عام لوگ ہیں جو خرید و فروخت جیسے کاروبار میں لگے ہوئے ہیں اگرچہ ان کی تعداد بہت کم ہے۔ ان زبانوں کے جاننے والوں میں ایسے لوگوں کی بھی ایک جماعت موجود ہے جو بدترین تنگ دستی اور محتاجی میں گرفتار ہیں۔ سب سے زیادہ فقر و محتاجی کا شکار ہوتے ہوئے بھی انھیں معلم بننا میسر نہیں ہو رہا ہے۔ اس لیے اگر ان زبانوں کو جان لینا ہی وسعت رزق اور کثرت مال کا ضامن ہوتا تو یہ لوگ سب سے زیادہ رزق کی تنگی اور بدحالی میں مبتلا نہ ہوتے۔

نیز تم مال دار مسلمانوں کا جائزہ لو تمھیں معلوم ہو جائے گا کہ وہ خرید و فروخت اور لین دین کرنے والے تجارت پیشہ لوگ ہیں۔ اور ان میں اکثر بلکہ سب ان زبانوں سے وقف نہیں اس کے باوجود وہ بڑی خوش حالی، رفعت مقام و علو مرتبہ اور فراخیِ رزق سے ہم کنار ہونے کے ساتھ اپنے دین و دنیا کو بھی محفوظ کیے ہوئے ہیں۔ تو اب روزی اور قدر و منزلت کا حصول ان زبانوں سے واقف ہونے پر موقوف نہیں رہا؛ اس لیے کہ ظاہر ہو چکا کہ یہ زبانیں دنیا میں فراخیِ رزق، سماجی علو مرتبہ کی ضامن نہیں ہیں بلکہ زیادہ تر مذکورہ بالا طبقہ کے بالکل برعکس ان لوگوں کی معاشی و سماجی صورت حال ہے جنھوں نے ان زبانوں میں مہارت پیدا کی، ان کے سیکھنے میں اپنی زندگی کے اکثر اوقات صرف کیے اور ان میں مسلسل اضافہ و ترقی کے لیے کوشاں رہے؛ کیوں کہ یہ طویل اوقات جو انھوں نے اس راہ میں صرف کیے اگر انھوں نے ان کو تجارت اور کسب کے دوسرے اسباب میں صرف کیا ہوتا تو انھیں اتنا مال حاصل ہو جاتا جس سے انھیں قلیل معاش کے لیے نہ کسی اسکول کا معلم بننے کی ضرورت ہوتی نہ کسی تاجر کا کلرک۔ تو انھیں جان لو اور اپنے بچے کو گمراہی میں ڈالنے سے بچو! اللہ تمھیں ہدایت دے۔

سولہویں فصل

رازق اللہ تعالیٰ ہے نہ کہ ان اسکولوں کی تعلیم

مسلمانو! اگر تم حقیقت میں مسلمان ہو تو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تصدیق تم پر لازم ہے:

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَ تُعِزُّ

مَنْ تَشَآءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ؕ بِیَدِكَ الْخَیْرُ ؕ اِنَّكَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝ تُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّهَارِ وَ تُوْلِجُ النَّهَارَ فِی الَّیْلِ ؗ وَ تُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَ تُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ ؗ وَ تَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ ۝ (آل عمران:٢٦،٢٧)

"فرمادیجیے اے اللہ ملک کے مالک! تو جسے چاہے سلطنت دے اور جس سے چاہے سلطنت چھین لے اور جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت دے۔ ساری بھلائی تیرے ہی دست قدرت میں ہے، بیشک تو سب کچھ کر سکتا ہے۔ تورات کا حصہ دن میں اور دن کا حصہ رات میں داخل کرتا ہے۔ اور مردہ سے زندہ کو اور زندہ سے مردہ کو نکالتا ہے اور جسے چاہے بے اندازہ روزی دیتا ہے"۔

اور رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کی بھی تصدیق ضروری ہے: "بیشک جبرئیل امین نے میرے دل میں یہ بات ڈال دی کہ کسی بھی جان کو اس وقت تک موت نہ آئے گی جب تک وہ اپنا پورا رزق نہ حاصل کرلے اور اپنی پوری عمر نہ گزار لے، تو اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور بہتر طریقے سے رزق تلاش کرو"۔

اس لیے اگر اس پر تمھارا ایمان ہوگا تو دنیا و آخرت میں تمھیں راحت ملے گی؛ کیوں کہ مذکورہ آیت قرآنی نے صاف صاف بیان کر دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے بے حساب رزق عطا فرماتا ہے، لہٰذا رزق کا ملنا ان زبانوں کے سیکھنے پر موقوف نہیں ہے۔

اور مذکورہ حدیث پاک میں صراحتاً یہ بیان کر دیا گیا کہ ہر جان کو ضرور اس کا وہ رزق اور وہ عمر ملے گی جو اس کی تقدیر میں لکھ دی گئی ہے۔ یوں ان کاہلوں کے لیے اس میں کوئی عذر نہیں ہے جو پورے طور پر طلب معاش کی کوشش چھوڑ کر سب سے زیادہ محتاجی کی زندگی گزارتے ہیں یا دوسروں کے دست نگر بن کر رہتے ہیں حالاں کہ وہ خود کمانے کی قدرت رکھتے ہیں؛ اس لیے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: بہتر طریقے سے رزق تلاش کرو، یہ نہیں فرمایا: کہ رزق ہی تلاش نہ کرو۔ اور بہتر طور پر رزق تلاش کرنے کا معنی ہے " میانہ روی کے ساتھ رزق ڈھونڈو"۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

فَامْشُوْا فِیْ مَنَاكِبِهَا وَ كُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ ۔ (الملك:١٥)

تو اس کے راستے میں چلو اور اللہ تعالیٰ کی روزی میں سے کھاؤ۔

اور فرمایا:

فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوۃُ فَانۡتَشِرُوۡا فِی الۡاَرۡضِ وَ ابۡتَغُوۡا مِنۡ فَضۡلِ اللّٰہِ. (الجمعہ: ۱۰)

"پھر جب نماز ہو چکے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل اور رزق تلاش کرو۔"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رزق تلاش کرنے کا حکم دیا۔ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے اس فرمان کو دیکھو: "اگر تمھیں اللہ تعالیٰ پر سچا بھروسہ ہو گا تو وہ ضرور تمھیں روزی دے گا جس طرح وہ پرندوں کو روزی دیتا ہے کہ وہ صبح کو خالی پیٹ نکلتے ہیں اور شام کو شکم سیر ہو کر واپس ہوتے ہیں"۔

اس حدیث میں سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ پر توکل کے ساتھ حصول رزق کی کوشش کرنے کی نصیحت فرمائی، کیوں کہ ارشاد فرمایا: "پرندے صبح کو خالی پیٹ طلب رزق میں نکلتے ہیں اور شام کو شکم سیر واپس ہوتے ہیں، یہ نہیں فرمایا: کہ وہ اپنے آشیانوں ہی میں رہتے ہیں اور بغیر کوشش کے رزق ان کے پاس پہنچ جاتا ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ رزق طلب کرنا اور اس کے لیے کوشش کرنا دونوں ہی چیزیں شرعًا مطلوب ہیں، لیکن میانہ روی کے ساتھ اور اپنے دین کو نقصان پہنچائے بغیر۔ (اللہ تعالیٰ بغیر دین کے دنیا میں برکت نہ دے) کیوں کہ مومن کا اصل سرمایہ اس کا دین ہی ہے لہذا اس کی حد درجہ حفاظت کرنا ضروری ہے اور جب بھی یہ دیکھے کہ کوئی دنیاوی سبب اس کے دین میں خلل انداز ہو رہا ہے تو اس سے دور رہے اور ان اسباب کو اختیار کرے جو دین میں فساد کا سبب نہ ہوں۔ اور اس کا مقررہ رزق خواہ زیادہ ہو یا کم ضرور اس تک پہنچے گا۔

یہ تفصیل ان اسباب کے بارے میں تھی جو دین میں صرف خلل انداز ہوتے ہیں مگر دین کو بالکل اس کی بنیاد ہی سے نہیں ڈھاتے ہیں جیسے وہ چیزیں جو شرعًا ممنوع اور حرام ہیں مثلاً سود؛ اس لیے کہ بہت سے تاجر سود لینے پر ملنے والے نفع کے خیال میں اس کا اقدام کرتے ہیں، حالاں کہ یہ ان کے دین میں غایت درجہ فساد پیدا کرتا ہے یہاں تک کہ جو شخص ہمیشہ سودی کاروبار کرے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ نہ کرے اس کے برے خاتمے اور کفر پر مرنے کا اندیشہ ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ.

امام ابن حجر عسقلانی نے اپنی کتاب "تحفہ شرح منہاج" میں بیان کیا ہے کہ علمانے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں سود کے سوا کسی گناہ کو اس طور پر نہیں ذکر فرمایا کہ وہ صاحب قرآن سے جنگ ہے۔ تاہم سود خدا سے جنگ ہونے اور سب سے بڑے گناہوں میں شامل ہونے کے باوجود اپنی مسلمان اولاد کو عیسائی اسکولوں میں داخل کرنے کے مقابلے میں دین کے لیے کم سے کم خطرناک ہے؛ کیوں کہ یہ اسکول تو بچوں کے خرمن ایمان کو جلا کر خاکستر کر دینے والی سب سے بڑی بجلی اور عظیم تر مصیبت ہیں۔ اے اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ.

سترہویں فصل

ایمان کے مقابلے ساری دنیا کی دولت ہیچ ہے

اے جاہل اور عقل سے محروم مسلمان! جس نے اپنے بچے کے دین کو خطرہ میں ڈال کر اسے ان اسکولوں میں داخل کرا دیا اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں، اگر مجھے اس شرط پر پوری دنیا دے دی جائے کہ میں اپنے لیے، یا اپنے بچے کے لیے کفر اختیار کر لوں تو میں اور میری ہی طرح تمام مسلمان ایسا ہرگز نہیں کر سکتے۔ اور جو ایسا نہ کرے وہ مسلمان ہی نہیں ہے۔

تو نے اپنے لیے اور اپنے بچے کے لیے مفت کا کفر محض اس وہم وخیال سے اختیار کر لیا کہ نصرانی اسکولوں میں فرنگی زبانوں اور دنیاوی علوم کے حاصل کرنے کے سبب تیرے بیٹے کو کچھ مال وعزت حاصل ہو جائے گی۔ حالاں کہ اگر تو بنظر تحقیق دیکھے تو تجھے سو میں سے پانچ طلبہ بھی ایسے نہ ملیں گے جنھیں ان اسکولوں میں پڑھنے کی بنیاد پر جاہ وعزت اور مال ودولت حاصل ہوئی ہو۔ تجھ کو ان سے کہیں زیادہ تعداد ان لوگوں کی ملے گی جنھیں ان فرنگی زبانوں اور دنیاوی علوم کے بغیر بہت زیادہ مال اور جاہ وعظمت حاصل ہوئی۔ ان سب کے باوجود تو اپنی آنکھ کے مشاہدے اور اپنے صحیح علم کو جھٹلاتا ہے اور شیطان، اس کے دوستوں اور اپنے دونوں پہلوؤں کے درمیان موجود ان سے بھی بدتر نفس کی ان اوہام میں تصدیق کرتا ہے جن کی وجہ سے تو نے اپنے اور اپنی اولاد کے دلوں سے اس دین اسلام کو ضائع کر دیا جس کے برابر نہ دنیا ہے نہ اس کے حکام۔

اے جاہل! اگر یہ بات تیرے اندر اثرانداز نہ ہو تو ہم پر کوئی ملامت نہیں اگر ہم کہیں کہ تو عقل و خرد کی دولت سے محروم ہو چکا ہے۔ اور سلامتی اس پر ہو جو ہدایت کی پیروی کرے نہ کہ تجھ پر۔

اٹھارہویں فصل

مشنری اسکول ایک مصیبت ہیں

اے مسلمان! یقیناً تیرا اپنی اولاد کو ان اسکولوں میں داخل کرنا اتنا بڑا مسئلہ اور اتنی عظیم مصیبت ہے کہ اسے الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔

ایک بڑی مصیبت یہ ہے کہ سابق میں مذکور طریقے پر ان اسکولوں میں تیرا اپنے بچے کو ڈالنا نہ صرف اس کے کفر کا سبب ہوگا بلکہ اس کے بعد آنے والی اس کی ذریتوں کے کفر کا بھی سبب ہوگا۔ اور ممکن ہے کہ اس سے کئی ہزار ذریتیں عالم وجود میں آئیں تو تو ہی ان کی گمراہی کا سبب ہوگا اور تجھ پر تیرے گناہ کے علاوہ مزید ان سب کے گناہوں کے برابر گناہ آئے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جس نے کوئی برا طریقہ ایجاد کیا اس پر اس کا گناہ اور ان تمام لوگوں کا گناہ ہوگا جو اس پر قیامت تک عمل پیرا ہوں گے“۔

اور بھلائی کا سبب بننے خود بھلائی کرنے والے کی طرح ہے، اور برائی کا سبب بننے والا برائی کرنے والے کے مانند ہے۔ اس لیے تو کیسے اپنے لیے کفر کو اور اس بات کو پسند کرتا ہے کہ تو ایسے کثیر لوگوں کا دادا بنے، جن میں سب کے سب کافر اور گمراہ ہوں۔ لیکن تیرا ان کے لیے اس کو پسند کرنا کوئی حیرت انگیز بات نہیں جب تو نے اپنے نفس کے لیے بھی اسے پسند کیا اور اسے بدترین راہوں پر ڈال دیا اور اسے سب سے بری ہلاکت کی جگہوں میں ڈھکیل دیا۔ و لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

انیسویں فصل

اسکولوں کی تعلیم میں فرائض و واجبات چھوٹ جاتے ہیں

اگر تم یہ کہو کہ عیسائیوں کے کچھ اسکولوں میں یہ شرط نہیں ہوتی کہ مسلمان کے بچے عیسائی

مذہب کی تعلیم حاصل کریں گے اور عیسائی بچوں کے ساتھ گرجا گھر جائیں گے، بلکہ انھیں ان اسکولوں میں صرف دنیاوی علوم اور زبانوں کی تعلیم دی جاتی ہے اس لیے ان کے بارے میں کیا حکم ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ان اسکولوں میں مسلمان بچوں کا داخلہ اور تربیت بھی جائز نہیں؛ کیوں کہ وہ نماز اور اسلامی آداب چھوڑ بیٹھتے ہیں اور اپنے دین کے ان عقائد واحکام کی تعلیم سے محروم رہ جاتے ہیں جن کی انھیں اول عمر میں بے حد ضرورت ہوتی ہے، بلکہ گھر پر ان میں سے جو کچھ سیکھا تھا اسے بھی گنوا دیتے ہیں، اور جب ان اسکولوں میں ان کو تربیت دی جاتی ہے تو وہ عیسائی آداب سیکھتے ہیں مثلاً استنجا نہ کرنا، نجاستوں سے آلودہ رہنا اور کئی سال اس حال میں گزر جاتے ہیں کہ وہ کلمۂ توحید بھی نہیں سن پاتے ہیں اور نصرانی بچوں اور اساتذہ کے ساتھ ان کی گفتگو کے دوران بہت سے ایسے جملے در آتے ہیں جو ان کے عقائد میں خلل انداز ہوتے ہیں اور انہیں اس کا احساس بھی نہیں ہو پاتا؛ اس لیے کہ وہ ابھی بچے ہیں انہیں اس کا علم نہیں کہ کیا چیز ان کے دین میں بگاڑ پیدا کرتی ہے۔ اور کیا چیز ایسی نہیں۔ اور یہ ضرر رساں باتیں ان کے دل میں راسخ ہو جاتی ہیں، اور یہ اور ان جیسی دوسری باتیں روز بروز، ماہ بہ ماہ اور سال بہ سال بار بار ان کے کانوں سے ٹکراتی رہتی ہیں، یہاں تک کہ جب وہ اسکول سے نکلتے ہیں تو ان کے دلوں میں دین کے خلاف اعتراضات اور عقائد میں بگاڑ پیدا کرنے والی بہت سی باتیں راسخ ہو چکی ہوتی ہیں جنھیں وہ ظاہری طور پر مسلمانوں سے چھپاتے ہیں اور اندر ہی اندر ان پر مصر ہوتے ہیں۔ اور تمھیں یقیناً معلوم ہو چکا ہے کہ کسی ایک بھی اسلامی عقیدے کے صحیح ہونے میں شک کرنا، کفر اور خلود فی النار کا سبب ہے۔ والعیاذ باللہ تعالی.

ان اسکولوں کے بچوں میں یہ صورت حال اکثر و بیشتر پائی جاتی ہے، ورنہ اللہ تعالی جسے محفوظ رکھنا چاہے وہ محفوظ رہتا ہے، لیکن خطرہ مول لینے والا پسندیدہ نہیں ہے اگرچہ وہ بچ جائے۔

بیسویں فصل

مسلمان لڑکیاں بے پردگی اور بدعقیدگی کا شکار ہو جاتی ہیں

ان میں بعض اسکول لڑکیوں کے لیے مخصوص ہیں جنھیں مغرب کے عیسائیوں خاص

طور سے پروٹسٹنٹوں نے اسلامی ملکوں میں کھول رکھا ہے اور ہر طرح کے حیلے بہانے اور ذرائع سے مسلمان بچیوں کو ان میں کھینچ لاتے ہیں، اور ان کے ساتھ بالخصوص غریب بچیوں کے ساتھ مختلف قسم کے احسانات کرتے ہیں، چناں چہ انھیں کپڑے فراہم کرتے ہیں، ان کے لیے پیسے اور آٹا وغیرہ مہیا کرتے ہیں، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے اسکول لڑکیوں سے بھر گئے ہیں، وہ لوگ ان میں بچیوں کو عیسائی مذہب کے احکام سکھاتے ہیں اس لیے اسکولوں کی مدت ختم ہونے کے بعد لڑکیاں وہاں سے عیسائی یا زندیق بن کر نکلتی ہیں کہ ان کا نہ کوئی دین ہوتا ہے نہ ان کے دل میں کوئی اسلامی عقیدہ باقی رہتا ہے، کیوں کہ اسکول میں داخلے کے وقت وہ اتنی کم سن تھیں کہ دین کے احکام سے انھیں کوئی واقفیت نہ تھی۔ پھر اسکول سے نکلنے کے بعد اسی حالت پر وہ زندگی گزارتی ہیں، اسی نہج پر اپنے بچوں کی تربیت کرتی ہیں اور ان کا حال یہ ہوتا ہے کہ وہ بظاہر مسلمان ہیں مگر در حقیقت وہ بے دین ہیں۔ و لا حول و لا قوۃ الا باللہ.

اکیسویں فصل

شیطان ایسی تعلیمات کو خوب صورت بنا کر پیش کرتا ہے

اے انسان! تجھے اپنے دل اور اس میں چھپے عقائد کا تو بہر حال علم ہے اس لیے اگر تجھے معلوم ہے کہ تو مسلمان نہیں اور تو اسلامی عقائد کو نہیں مانتا ہے، تو میرا روے سخن تیری طرف نہیں ہے، کیوں کہ تو زندیق اور منافق ہے، اور تو نے اپنے بچے کے لیے وہی بے دینی اور نفاق پسند کیا جو اپنے لیے پسند کیا۔ لہٰذا جب تیرے بچے نے گمرہی میں تیری پیروی کی تو تم دونوں جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں رہو گے۔ اور وہ کیا ہی برا ٹھکانہ ہے۔ اور اگر تو حقیقت میں مسلمان ہے، اور اسلامی عقائد پر تیرا اعتقاد ہے۔ اور تیرے بارے میں ہمارا یہی گمان بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ تجھے اور ہمیں ہدایت دے۔ تو پھر کیا بات ہے کہ تو نہ صرف اپنے بیٹے کے دین بلکہ خود اپنے دین کے بارے میں ایسی زبردست تفریط اور کوتاہی سے کام لے رہا ہے۔ اور نتائج کے اعتبار سے اس بری چراگاہ کو مفید تصور کر رہا ہے۔ تو اگر شیطان اور اس کے اعوان و انصار نے تیرے سامنے اس برے کام کو اچھا بنا کر پیش کیا ہے تو میں اور میرے جیسے دوسرے لوگ تیرے سامنے اس کی قباحت اور

وبال کو پوری وضاحت کے ساتھ بیان کر رہے ہیں۔ پھر کیوں ان شیطانوں کی بات مانتا ہے اور ہماری نہیں مانتا، حالاں کہ ہم تجھے جنت کی طرف بلا رہے ہیں اور وہ تجھے جہنم کی جانب بلا رہے ہیں، ہم تیری کامیابی اور نجات کا سبب بن رہے ہیں جب کہ وہ تیرے لیے ہلاکت اور تباہی کا سامان کر رہے ہیں، اور تجھے یقین سے معلوم ہے کہ مجھے ان چیزوں کے بارے میں تجھ سے زیادہ علم ہے جو دین میں صلاح اور فساد پیدا کرتی ہیں، اور جو بندے کو اللہ سے قریب یا دور کرتی ہیں۔ لہٰذا اپنے اپنی اولاد کے بارے میں اللہ سے ڈر۔ و لا حول و لا قوة الا باللہ العلی العظیم.

بائیسویں فصل

مشنری اسکول عیسائیت کی تبلیغ کے لیے ہیں (الف)

کبھی شیطان اور ان اسکولوں میں پڑھانے والے اس کے مددگار، اور بعض عیسائی طلبہ، مسلمان طالب علم کے دل میں یہ بات ڈالتے ہیں کہ عیسائی مذہب ہی صحیح مذہب ہے، اور اس پر دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ پوری دنیا میں نصرانیوں کی تعداد سب سے زیادہ ہے، ان کے طاقت ور ممالک ہیں، وہ دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں، عصری علوم سے آراستہ ہیں، مغربی صنعتوں اور حیرت انگیز ایجادات میں وہ پیش پیش ہیں اور روئے زمین کے بہت سے ممالک پر ان کا قبضہ ہے۔ اس طرح مسلمان طالب علم کو مغالطہ دیتے ہیں اور کہتے ہیں، کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ یہ سارے لوگ باطل دین پر ہوں۔

تم پر مخفی نہیں ہے کہ یہ کمزور مغالطے عقل و خرد میں کمال کے حامل لوگ تو در کنار چھوٹی اور کمزور عقل والوں پر بھی نہیں چل سکتے۔ کیوں کہ آخرت اور دنیا دو الگ الگ چیزیں ہیں، ہر ایک کی صفات جداگانہ ہیں اور دین و دنیا کے امور ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔

تمام ادیان و مذاہب کے ماننے والوں کا اس پر اتفاق ہے کہ کفار ہر زمانے میں اہل ایمان سے کئی گنا زیادہ رہے ہیں، اس لیے کہ ہر مذہب کے پیرو کار کا یہ عقیدہ ہے کہ وہی مومن اور نجات پانے والا ہے۔ اس کے علاوہ دیگر ادیان و مذاہب کے ماننے والے کافر اور ہلاک ہونے والے ہیں۔ تو اگر یہ مغالطہ صحیح ہو تو یہ تمام ادیان کو باطل کر دے گا۔ اس لیے واضح ہو گیا کہ محض کثرت اس

بات کی دلیل نہیں ہے کہ جو زیادہ طاقت ور اور عصری علوم سے آگاہ ہیں، انھی لوگوں کا دین صحیح ہے؛ کیوں کہ ہر ایک مذہب والے کو یہ تسلیم ہے کہ اس کے اعتقاد کو نہ ماننے والے اہل مذاہب میں ایسے لوگ موجود ہیں جو اس کے بہت سے ہم مذہب لوگوں سے زیادہ طاقت اور دنیوی علوم میں ان سے زیادہ آگہی رکھتے ہیں۔ لہٰذا محض قوت، مال داری، دنیاوی علوم اور صنعتیں اس بات کی دلیل نہیں ہیں کہ مذکورہ خصوصیات کے حاملین کا دین ہی حق ہے، کیوں کہ دین کی صحت کا دار و مدار دوسرے دلائل پر ہے اور اپنے تو اپنے مخالفین کے نزدیک بھی یہ بات آفتاب کی طرح روشن ہو چکی ہے کہ ہمارے آقا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے دین، دین اسلام کے دلائل و براہین ہر زمان و مکان میں تمام ادیان کے دلائل زیادہ ظاہر و واضح اور تمام مذاہب و ملل کے براہین سے زیادہ قوی اور راجح ہیں۔ و الحمد للہ علی ذلك.

تیئسویں فصل (ب)

حدیث صحیح میں رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔ لیکن اس کے والدین اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں"۔

رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے فرمان کی صداقت نگاہوں کے سامنے ہے اور اس فرمان عالی شان کی تصدیق کثیر تجربات سے بھی ہوتی ہے۔

حدیث کے معنی یہ ہیں کہ بچپن میں ہر بچے کا دل نہایت ہی صاف و شفاف اور فطرت پر ہوتا ہے۔ فطرت سے مراد اللہ کی وہ فطرت ہے جس پر اس نے انسان کو پیدا فرمایا یعنی وہ اس اصل پیدائش پر ہوتا ہے جس پر اللہ نے انسان کی تخلیق فرمائی مثلاً قبول دین کی صلاحیت - پھر والدین اگر یہودی ہوں تو بچے کو یہودی بنا دیتے ہیں اگر نصرانی ہوں تو نصرانی بنا دیتے ہیں، اور اگر مجوسی ہوں تو مجوسی بنا دیتے ہیں۔ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے خاص طور سے انھی کا ذکر اس لیے فرمایا کہ اس وقت اہل ادیان میں انھی کی تعداد سب سے زیادہ تھی، ورنہ تمام والدین اپنے دین کے مطابق ہی اپنے بچوں کی تربیت کرتے ہیں، خواہ ان کا تعلق ان ادیان والوں سے ہو یا ان کے علاوہ دیگر ادیان والوں سے۔ اور اساتذہ والدین ہی کی طرح ہوتے ہیں، وہ بچے کے دین میں جیسے چاہیں تصرف کریں۔

لہٰذا بچہ ان کی نگرانی میں اسی دین کے مطابق پروان چڑھتا ہے جس کی روشنی میں انھوں نے اس کی تربیت کی، خاص کر اس وقت جب تعلیم کی مدت دراز ہو، اس لیے بچے کا دل صیقل شدہ آئینہ کی طرح ہوتا ہے جس میں اس کے سامنے آنے والی تمام چیزیں چھپ جاتی ہیں۔ اس لیے بچے کو جو سب سے پہلی بات بتائی جائے اور بار بار اس کا اعادہ کیا جائے تو وہ اس کے دل میں ہمیشہ کے لیے راسخ ہو جائے گی۔ بالخصوص جب وہ اسی حالت میں کئی سال گزار دے جیسا کہ ان اسکولوں میں ہوتا ہے، لہٰذا بچہ اپنے نصرانی، زندیق یا ملحد اساتذہ کے مذہب کے مطابق پروان چڑھے گا۔

یہودی یا نصرانی یا مجوسی والدین پر کوئی تعجب نہیں ہے جو اپنے بیٹوں کو یہودی یا عیسائی یا مجوسی بناتے ہیں۔ بلکہ اے جاہل مسلمان! تعجب تو تیری حالت پر ہے کہ تو ان اسکولوں میں اپنے بچے کو رکھ کر اور اسے اس کے معلّمین کے حوالے کر کے اسے نصرانی یا زندیق اور ملحد بنا رہا ہے، حالاں کہ خود تو نصرانی یا زندیق اور ملحد نہیں ہے، کیا یہ بڑی تعجب خیز اور حیرت انگیز بات نہیں ہے، یہ سب تو اس وہم کی بنیاد پر کر رہا ہے کہ وہ دنیا میں کامیاب ہو جائے گا، تو اپنے اور اپنے لخت جگر کے بارے میں اللہ سے ڈر، ورنہ تیرا اور تیرے بچے کا انجام بہت برا ہو گا اور تو کفر و ضلالت کی تاریکی میں سرتاپا غرق ہو جائے گا۔

چوبیسویں فصل

طالب علم کے لیے ایسے اسکولوں کے ضرر سے بچنا مشکل ہوتا ہے

اے مسلمان! جان لے، ہو سکتا ہے کہ یہ علم تجھے نفع پہنچائے کہ تیرا فرزند جس وقت ان نصرانی اسکولوں میں داخل ہوا، اس کا دل صاف ستھرے جوہر کے مانند تھا، اسکول میں قیام کے دوران اسلامی عبادات چھوڑنے، ایمانی عقیدے کے بگڑنے اور عیسائی مذہب کی تعلیم حاصل کرنے کے سبب اس پر تہ بتہ تاریکی چھاتی رہتی ہے۔ اس کا نصرانی بچوں اور معلمین سے میل جول رہتا ہے، وہ ہر دن ان سے مسلمانوں کے دین کے خلاف نئی نئی باتیں سنتا رہتا ہے، اور رفتہ رفتہ اس کے دل میں یہ باتیں گھر کرتی رہتی ہیں یہاں تک کہ تہ بہ تہ تاریکی چھا جانے کی وجہ سے اس کی بصیرت ختم ہو جاتی ہے، اس کے دل میں دین اسلام کا کچھ بھی نور باقی نہیں رہتا۔ اکثر کی یہی

حالت ہے اور جو بھی ان اسکولوں میں داخل ہوگا امید یہی ہے کہ اس کی بھی یہی حالت ہوگی۔

جو یہ گمان کرے کہ اس کا بیٹا ان خطرات سے محفوظ رہے گا وہ اس شخص کی طرح ہے جو یہ کہے کہ وہ اپنے بیٹے کو آگ میں ڈال دے گا پھر بھی آگ اسے نہ جلائے گی۔ حالاں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے ان بعض برگزیدہ بندوں کے لیے ہے جن پر اس کی خاص توجہ ہوتی ہے اور جن کے اچھے انجام کا فیصلہ پہلے ہی ہو چکا۔

اگر ہم یہ مان لیں کہ تیرا بیٹا اس منحوس اور بری حالت کے ساتھ اسکول سے نکلنے کے بعد اسلام کے احکام سیکھ لے گا، طاعات پر عمل پیرا ہو جائے گا، نماز اور دیگر عبادات کی پابندی کرے گا اور عرصۂ دراز تک مسلمان علما اور صلحا کی ہم نشینی اختیار کرے گا تو اس کے لیے امید خیر کے ساتھ یہ امید ہوگی کہ اللہ تعالیٰ انوار اسلام سے اس کی بصیرت پر تہ بہ تہ چھائی ہوئی تاریکیوں کو دور فرما دے، اور اسے دین کے وہ انور عطا فرمائے جن سے وہ محروم ہو چکا ہے۔ اور عبادات، طاعات، ذکر و اذکار اور نمازوں کی پابندی کے سبب رفتہ رفتہ وہ انوار بڑھتے جائیں یہاں تک کہ اسے حسن خاتمہ نصیب ہو۔

لیکن ان سب باتوں کا ہونا کبریت احمر سے بھی زیادہ کمیاب ہے؛ کیوں کہ چند کے سوا ہمیں کوئی ایسا نظر نہیں آیا جو ان تعلیم گاہوں کا فارغ التحصیل ہو اور فراغت کے بعد طاعات و عبادات میں دل چسپی دکھائے اور روزہ نماز کی پابندی کرے۔

پچیسویں فصل

عیسائی اپنے بچوں کو مدارس کیوں نہیں بھیجتے؟

بڑی حیرت کی بات ہے کہ عیسائیوں کے سارے گروہ مطلقاً اپنی اولاد کو مسلمانوں کی تعلیم گاہوں میں نہیں پڑھاتے ہیں خواہ وہ کتنے ہی کامیاب کیوں نہ ہوں، بلکہ ان میں ایک فرقے کا کوئی فرد دوسرے گروہ کے اسکولوں میں اپنے بچوں کو نہیں پڑھاتا ہے کہ کہیں ان کے عقائد بدل نہ جائیں؛ اس لیے کہ ان کا ہر فرقہ دوسرے کی تکفیر کرتا ہے۔

اسی طرح یہود نے بھی اپنی قلت تعداد اور ذلت و رسوائی کے باوجود اپنی اولاد کے لیے

مخصوص اسکول کھول رکھے ہیں تاکہ انھیں یہ حاجت ہی نہ پیش آئے کہ تعلیم کے لیے اپنے بچوں کو مسلمانوں یا عیسائیوں کی تعلیم گاہوں میں داخل کرائیں۔ مذکورہ ہر ایک فرقہ یہ سب کچھ اس لیے کر رہا ہے کہ اسے اپنی اولاد کے دین کی حفاظت کی بہت زیادہ خواہش ہے۔ اس کے باوجود ہم بہت سے فاسق مسلمانوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ اپنی اولاد کے دین کی حفاظت نہیں چاہتے ہیں۔ اسی لیے تو وہ اپنے بچوں کو نہ صرف کسی عیسائی فرقہ کی تعلیم گاہ میں بلکہ یہودیوں کی دانش گاہوں میں بھی داخل کرنے سے گریز نہیں کرتے۔ اور دین کو محض اس لیے شدید خطرے میں ڈالتے ہیں کہ وہ فرنگی زبان اور دنیوی علوم سیکھ لیں، حالاں کہ وہ انھیں مسلمانوں کی تعلیم گاہوں میں بھی سیکھ سکتے ہیں، بلکہ وہ اسکولوں میں داخلہ لیے بغیر اس طور پر بھی زیور علم سے آراستہ ہوسکتے ہیں کہ ان کے والد اپنی اولاد کے لیے کسی مخصوص معلم کا انتظام کرے جو اسے اس کی پسندیدہ زبان سکھائے۔

مسلمانو! دیکھو، یہ لوگ اپنے باطل مذہب کی حفاظت کے کس قدر حریص ہیں، جب کہ تمھیں اپنے دین کے تحفظ کی کچھ بھی خواہش نہیں ہے۔ تو اس کے لیے اپنے نفس شریر پر تعجب کرو اگر تمھیں تعجب سود مند ہو۔

رہا تمھارا یہ کہنا کہ ہمیں اپنی اولاد پر یہ اندیشہ نہیں ہے کہ وہ ان کے مذہب کی پیروی کرے گی؛ کیوں کہ ان کا بطلان بالکل ظاہر ہے۔ تو برادر عزیز! یہ تیرے نفس کی گمراہیاں اور شیطان کے وسوسے ہیں؛ اس لیے کہ جب تیری اولاد کا اسلامی عقیدہ بگڑ جائے گا تو اس کا ان کے مذہب میں داخل ہونا یا نہ ہونا برابر ہے۔ یہاں تک میں نے تیری نصیحت اور خیر خواہی کی کوشش کر دی اور مدد کی درخواست اللہ سے ہی ہے۔ واللہ المستعان

چھبیسویں فصل

سامان عبرت

مسلمانو! اب میں تمھارے سامنے ولی کبیر، قطب شہیر، سیدی عبد العزیز دباغ کی وہ عبارت پیش کرتا ہوں جس میں کافروں سے اختلاط رکھنے والے تو درکنار فاسقوں سے میل جول

رکھنے والے پر اور اس اختلاط کے نتیجے میں پائے جانے والے دین کے عظیم خطروں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ ان کے شاگرد ابن مبارک نے کتاب "الابریز" کے تیسرے باب میں ارشاد فرمایا:

"جب ہم نے حمام میں لوگوں کے برہنہ داخل ہونے کے بارے میں شیخ حطاب اور شیخ مواق رحمہا اللہ تعالیٰ کے کلام میں اختلاف دیکھا۔" چناں چہ شیخ حطاب نے فرمایا:

"اس میں اس طرح داخل ہونا حرام ہے" اگر اسے ٹھنڈے پانی سے غسل کرنے میں اپنی ہلاکت کا اندیشہ ہو تو اس پر تیمم واجب ہوگا۔ اور شیخ مواق نے فرمایا:

"وہ ستر پوشی کے ساتھ داخل ہو اور اپنی نگاہیں نیچی رکھے تو اس پر کوئی حرج نہیں ہے"۔

تو سیدی عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: شیخ حطاب کا فتوی صحیح ہے، اور جہاں تک شیخ مواق کے فتوے کی بات ہے تو اگر یہ مان لیا جائے کہ پردہ کرنے والا حد درجہ احتیاط برتے گا، اور دوسروں کی شرم گاہوں کی طرف بالکل نظر نہ ڈالے گا، پھر بھی اس میں ایک آفت یہ ہے کہ معاصی اور اللہ تعالیٰ کے اوامر کی مخالفت اس تاریکی کے ساتھ ہوتی ہے جس کے اور جہنم کی تاریکی کے درمیان ایسے رشتے اور رابطے ہیں جن کی وجہ سے وہ دوزخ کی شقاوت و بدبختی کا مستحق ہو جاتا ہے۔ اور اللہ کے فرشتوں سے زیادہ اس سے کون آگاہ ہوگا - مثال کے طور پر جب کوئی قوم حمام کی چھت کے نیچے جمع ہو کر اجتماعی طور پر معصیت کی مرتکب ہوتی ہے تو وہ تاریکی اس جگہ پھیل جاتی ہے، جس سے فرشتے وہاں سے چلے جاتے ہیں ان کے بعد شیطان اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ آدھمکتا ہے اور اس جگہ کو آباد کر دیتا ہے۔ اس وقت ان نافرمانوں کے ایمانی انوار ان چراغوں کے مانند ہوتے ہیں جن پر ہر جانب سے تیز آندھیوں کی یلغار ہو تو تم دیکھو گے کہ ان چراغوں کی روشنی کبھی ادھر کبھی ادھر جاتی ہے اور کبھی نیچے جاتی ہے۔ یہاں تک کہ تم کہنے لگتے ہو کہ "چراغ" گل ہو گیا اور بے نور ہو گیا۔ اسی لیے معاصی کو کفر کا پیغام بر کہا گیا ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ

توجب حمام اور اس میں داخل ہونے والے کی یہ حالت ہے تو اگر ہم یہ مان بھی لیں کہ ایک ایسا شخص حمام کے لیے آئے جو بہت نیک، دین دار، صاحب فضل و کمال اور گناہوں سے بچنے والا ہو، اور اس میں داخل ہو کر پردے کا اہتمام کرے پھر بھی حمام کی تاریکی کے سبب اس کے نور ایمان میں اضطراب پیدا ہوگا، کیوں کہ وہ تاریکی ایمان کی ضد ہے، اور اس کے سبب اس کے

(محافظ) فرشتے بھی مضطرب ہوں گے۔ اب شیاطین اس کو گمراہ کرنے کی طمع میں اس کے پاس پہنچ جائیں گے اور اس کے دل میں دوسروں کی شرم گاہوں کو دیکھنے کی شہوت پیدا کریں گے اور اسے گمراہ کر دیں گے۔ وہ برابر ان سے جنگ کرتا رہے گا یہاں تک کہ وہ اس پر غالب آجائیں گے اور یہ ان کے مقابلے میں مغلوب وعاجز ہو جائے گا۔ پھر وہ شہوت کو اچھی چیز سمجھنے لگے گا اور دوسروں کی شرم گاہوں کو دیکھ کر اسے لذت ملنے لگے گی۔ ہم اللہ سے سلامتی کا سوال کرتے ہیں۔

ابن مبارک رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: اگر ہم فرض کریں کہ ایک ایسی جماعت ہے جو شراب نوشی کرتی ہے، اس سے لطف اندوز ہوتی ہے، علانیہ گناہوں کا ارتکاب کرتی ہے، ان میں حد سے تجاوز کرتی ہے، نہ کسی کا پاس ولحاظ کرتی ہے نہ کسی سے ڈرتی ہے، پھر فرض کر لیں کہ ایک شخص اپنے ہاتھوں میں دلائل الخیرات لے کر ان کے پاس آیا کرے، اور ان کے درمیان بیٹھ کر اسے پڑھا کرے، ان کے ساتھ اس کی نشست اتنی طویل ہوتی ہو کہ اسے پڑھتے ہوئے پورا دن گزر جائے۔ وہ ادھر اپنے گناہوں میں ڈوبے رہیں، تو کچھ ہی ایام گزریں گے کہ وہ مذکورہ بیماری کی وجہ سے انھیں جیسا ہو کر ان کے زمرے میں شامل ہو جائے گا۔ اسی لیے فاسقوں اور گناہ گاروں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے سے منع کیا گیا ہے، اس لیے کہ خون، شہوت اور غفلت ہمارے اندر بھی ہیں اور ان کے اندر بھی۔ ہاں اللہ جس پر رحم فرمائے وہ محفوظ رہے گا اور ان کی تعداد بہت کم ہے"۔ واللہ اعلم

اس میں سامان عبرت ہے اس کے لیے جو حق پر نظر رکھے۔

مسلمانو! اس سے عبرت حاصل کرو اور اپنی اولاد کے دین کو خطرے میں ڈال کر ان کا داخلہ عیسائی اسکولوں میں نہ کراؤ، اس لیے کہ عیسائی بچوں کے ساتھ رہنے کے سبب چند ایام کے گزرتے ہی وہ انھیں میں سے ہو جائیں گے، ان کا اسلامی عقیدہ بگڑ جائے گا اور وہ تمھاری بری رائے اور تدبیر کی وجہ سے کفر کی عظیم ترین مصیبت میں مبتلا ہو جائیں گے۔ اس لیے ان اسکولوں سے دور رہو۔ اللہ مجھے اور تمھیں ہدایت دے!

ستائیسویں فصل

کافروں کی تعداد نہ بڑھاؤ

اے مسلمان! اچھی طرح جان لے کہ عیسائی اسکولوں میں تیرے بیٹے کے داخل ہونے سے ان کی تعداد میں اضافہ ہوتا ہے اور اس کے عقیدے میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے اور یہ شرعاً ممنوع ہے۔ امام بخاری رضی اللہ عنہ نے "کتاب التفسیر" میں ایک حدیث کی تخریج فرمائی ہے، جس کے راوی محمد بن عبدالرحمن ابوالاسود ہیں، انھوں نے ارشاد فرمایا: "اہل مدینہ کا ایک لشکر تیار کیا گیا، میرا نام بھی اس میں لکھا گیا، پھر میں ابن عباس کے آزاد کردہ غلام عکرمہ سے ملا اور میں نے ان کو بتایا تو انھوں نے مجھے بڑی سختی سے منع کیا پھر کہا: مجھے ابن عباس نے خبر دی کہ کچھ مسلمان مشرکین کے ہم راہ صرف اس لیے ہوگئے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ان کی تعداد بڑھائیں۔ کوئی تیر چلایا جاتا اور آکر ان میں سے کسی کو لگتا تو وہ اسے مار ڈالتا یا تلوار چلائی جاتی تو کوئی قتل ہو جاتا، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی:

إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي أَنْفُسِهِمْ (النساء:۹۷)

"وہ لوگ جن کی جان فرشتے اس حال میں نکالتے ہیں کہ وہ اپنے اوپر ظلم کرتے تھے"۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رضی اللہ عنہ نے اپنی شرح فتح الباری میں فرمایا: حضرت عکرمہ کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی مذمت فرمائی جنھوں نے کافروں کی تعداد میں اضافہ کیا حالاں کہ ان کے دلوں میں ان کی موافقت کا ارادہ نہ تھا۔

اٹھائیسویں فصل

مسلمان بچوں سے خطاب

اے مسلمان بچے! تیرے والدان اسکولوں میں تیرا داخلہ کرا کے تیرے دین کی اساس کو مسمار کرنا چاہتے ہیں یا تو اس خیال میں کہ تیری دنیا آباد اور کار آمد ہو جائے گی یا اس لیے کہ خود ان

کے عقیدے میں کجی ہے اور باطنی طور پر وہ مسلمان ہیں ہی نہیں اگر چہ بظاہر وہ مسلمان لگتے ہیں۔

اے بچے! اس سنگین مسئلے میں جس کا انجام کفر وضلالت اور ہلاکت وتباہی کے سوا کچھ نہیں، تو ان کا کہنا مت مان۔ کیوں کہ تجھ پر والد کی اطاعت وفرماں برداری اسی وقت فرض ہے جب وہ مسلمان ہوں اور اس صورت میں یہ بات ہے نہیں۔ اے بچے! تجھے مشاہدے سے معلوم ہے کہ ان اسکولوں میں تیرا داخل ہونا تیرے دین کو حد درجہ نقصان پہنچائے گا اور اگر تو ان میں اقامت پذیر ہوگا تو خواہی نہ خواہی تو دین اسلام سے نکل جائے گا؛ اس لیے کہ کفر کا زہر اس طرح دھیرے دھیرے تیرے دل میں داخل ہوگا کہ تو مسلمانوں کے زمرے سے نکل کر کافروں کی جماعت میں داخل ہوجائے گا اور تجھے احساس تک نہ ہوگا اور اس وقت کفر سے تیری خلاصی محال یا مشکل ہوگی۔

لہذا اپنی قیمتی جان کو برباد کرنے اور دائمی سعادت سے نکال کر اسے ہمیشگی کی بدبختی میں منتقل کرنے سے بچ اور اس سنگین مسئلے میں اپنے والدین اور جو بھی تجھے ہلاک کرنا چاہے سب کی مخالفت کر۔ اگر چہ اس سب سے بڑی معصیت اور سب سے عظیم مصیبت میں اپنی بات ماننے پر مجبور کرنے کے لیے وہ تجھ پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑیں؛ کیوں کہ ان اسکولوں میں داخل ہونے سے تیرے دین کا اتنا بڑا نقصان ہوگا۔ کہ اگر اس دینی ضرر سے بچنے کے لیے تیرے پرخچے اڑا دیے جائیں تو یہ کوئی بڑی بات نہ ہوگی۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ تیرا جاہل ونادان یا زندیق ومنافق باپ جب ان اسکولوں سے باز رہنے کے لیے تیری کوشش کو دیکھے گا تو تجھے ان اسلامی تعلیم گاہوں میں داخل کرائے گا جو ان خطروں سے خالی ہیں یوں تو خود کو جہنم سے نجات دلا دے گا۔

انتیسویں فصل

مدارس میں ایک مسلمان بھائی سے ملاقات کا موقع ملتا ہے

مسلمانو! تم پر لازم ہے کہ دین اسلام کی روشنی میں اپنے بچوں کی پرورش کرو، انھیں مسلمان بچوں کے ساتھ اسلامی تعلیم گاہوں میں داخل کراؤ تاکہ وہ ان کے ساتھ دین و دنیا کے

احکام سیکھیں، نمازوں کی پابندی کریں، بچپن ہی سے ان سے مانوس ہوں یوں ان کی محبت پر پروان چڑھیں، ان کی ہم نشینی اور انھیں دیکھنے سے ان کے ایمان میں کمال پیدا ہو اور آخری عمر تک اسی حالت پر برقرار رہیں۔

سیدنا غوث اعظم عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: "مومنوں کے چہروں کی زیارت کرنے سے ایمان میں کمال پیدا ہوتا ہے"۔ اس کے برعکس جب تم انھیں عیسائی اسکولوں میں رکھو گے تو ان کا ایمان کمزور ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

بَشِّرِ الْمُنٰفِقِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝۱۳۸ الَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۝۱۳۹ (النساء:۱۳۹،۱۳۸)

"خوش خبری منافقوں کو کہ ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ وہ جو مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے ہیں کیا ان کے پاس عزت ڈھونڈتے ہیں؟ عزت تو ساری اللہ تعالیٰ کے لیے ہے"۔

اور ارشاد فرمایا:

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَوْ كَانُوْۤا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ اُولٰٓىِٕكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَ اَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ وَ يُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ اُولٰٓىِٕكَ حِزْبُ اللّٰهِ اَلَاۤ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝۲۲ (المجادلہ:۲۲)

"تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے اللہ اور یوم آخرت پر کہ دوستی کریں ان سے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مخالفت کی اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے والے ہوں۔ یہ وہ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرمادیا اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد کی۔ اور انھیں باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں رواں ہیں ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی۔ یہ اللہ کی جماعت ہے۔ سنو! بے شک اللہ ہی کی جماعت کامیاب ہے۔"

نیز ارشاد فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَ عَدُوَّكُمْ اَوْلِیَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَیْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَ قَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ. (الممتحنہ: ۱)

”اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ تم انھیں خبریں پہنچاتے ہو دوستی سے حالاں کہ وہ منکر ہیں اس حق کے جو تمھارے پاس آیا“۔

ایک اور مقام پر یوں ارشاد فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَهُوْدَ وَ النَّصٰرٰۤى اَوْلِیَآءَ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ وَ مَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۵۱﴾ (المائدہ: ۵۱)

”اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ۔ وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ اور تم میں جو کوئی ان سے دوستی رکھے گا تو وہ انھیں میں سے ہے۔ بے شک اللہ بے انصافوں کو راہ نہیں دیتا۔“

ایک مقام پر یوں ارشاد ربانی ہوا:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا دِیْنَكُمْ هُزُوًا وَّ لَعِبًا مِّنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ الْكُفَّارَ اَوْلِیَآءَ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۵۷﴾ (المائدہ: ۵۷)

”اے ایمان والو! جنھوں نے تمھارے دین کو ہنسی کھیل بنالیا ہے یعنی وہ جو تم سے پہلے کتاب دیے گئے اور کافر، ان میں سے کسی کو اپنا دوست نہ بناؤ، اور اللہ سے ڈرتے رہو اگر ایمان رکھتے ہو۔“

مذکورہ بالا آیتوں کے علاوہ اس مضمون کی اور بھی قرآنی آیات ہیں۔ تو کیا یہ ممکن ہے کہ جو بچہ ان اسکولوں میں عیسائی بچوں اور ان کے معلمین کے ساتھ نشو نما پائے، ان کی سی عبادت کرے، ان کا مذہب سیکھے، کئی سالوں تک ان کے ساتھ شب و روز گزارے، کھائے پیے اور سوئے جاگے وہ ان قرآنی آیات پر عمل پیرا ہو گا جن پر اس کے ایمان کی صحت کا دار و مدار ہے؟ نہیں، ہرگز نہیں، یہ کیسے ہو سکتا ہے جب کہ اسکول کے اساتذہ اس کے ماں باپ کی طرح اور طلبہ بھائی کے مانند ہو گئے اور یہ کل کے کل اس کے خاندان کے درجے میں ہو گئے۔ نیز اس کے دین میں جو بگاڑ پیدا ہوا اور اپنے مذہب کے بارے میں اس نے کچھ نہیں جانا وہ الگ ہے۔

اوراگر بفرض محال ہم یہ مان بھی لیں کہ چند سالوں کے بعد جب وہ اسکول سے نکلے گا تو اس کا عقیدہ محفوظ ہو گا، تاہم وہ اپنے دین کے احکام سے تونابلد ہو گا، اسلام کی اسے اتنی بھی معرفت نہ ہو گی جتنی بہت کم عوام کو ہوتی ہے اور اس وقت وہ سیکھ بھی نہ سکے گا؛ کیوں کہ سیکھنے کا وقت جا چکا ہو گا اور وہ کمانے اور دنیاوی تگ ودو میں مشغول ہو چکا ہو گا۔

وہ نماز، روزہ اور دیگر اسلامی عبادات کا تارک ہو گا۔ کیوں کہ بچپن سے وہ ان کا عادی نہ ہوا، بلکہ ان کے احکام سے بھی واقف نہ ہوا۔ لہذا عبادات اس پر گراں گزرے گیں، جیسا کہ ہم یہ مشاہدہ کر رہے ہیں کہ عیسائی اسکولوں سے جو بھی فارغ ہوتے ہیں وہ نماز، روزہ اور دیگر عبادات کی بجاآوری نہیں کرتے ہیں اور آخری عمر تک اسی بری حالت پر قائم رہتے ہیں۔ ہاں جسے اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے وہ محفوظ رہتے ہیں مگر وہ بہت ہی کم ہیں۔

تیسویں فصل

جہاں اسلامی تعلیمات میسر نہ آئیں وہاں نہیں رہنا چاہیے

مسلمانو! اگر تم غیر اسلامی حکومتوں کے ماتحت ہونے کے سبب ان کے اسکولوں میں اپنے بچوں کو رکھنے پر مجبور ہو تو یا تو تم ان اسلامی ملکوں کی طرف ہجرت کرنے کی طاقت رکھتے ہو جو مسلمانوں کے زیر نگیں ہیں یا ہجرت نہیں کر سکتے۔

ان دونوں حالتوں کا حکم بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ الَّذِیۡنَ تَوَفّٰىهُمُ الۡمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِیۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ قَالُوۡا فِیۡمَ كُنۡتُمۡ ؕ قَالُوۡا كُنَّا مُسۡتَضۡعَفِیۡنَ فِی الۡاَرۡضِ ؕ قَالُوۡۤا اَلَمۡ تَكُنۡ اَرۡضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوۡا فِیۡهَا ؕ فَاُولٰٓئِكَ مَاۡوٰىهُمۡ جَهَنَّمُ ؕ وَسَآءَتۡ مَصِیۡرًا ﴿۹۷﴾ اِلَّا الۡمُسۡتَضۡعَفِیۡنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالۡوِلۡدَانِ لَا یَسۡتَطِیۡعُوۡنَ حِیۡلَةً وَّلَا یَهۡتَدُوۡنَ سَبِیۡلًا ﴿۹۸﴾ فَاُولٰٓئِكَ عَسَی اللّٰهُ اَنۡ یَّعۡفُوَ عَنۡهُمۡ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوۡرًا ﴿۹۹﴾ وَمَنۡ یُّهَاجِرۡ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ یَجِدۡ فِی الۡاَرۡضِ مُرٰغَمًا كَثِیۡرًا وَّسَعَةً ؕ وَمَنۡ یَّخۡرُجۡ مِنۡۢ بَیۡتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَی اللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ ثُمَّ یُدۡرِكۡهُ الۡمَوۡتُ فَقَدۡ وَقَعَ اَجۡرُهٗ عَلَی اللّٰهِ ؕ

وَ کَانَ اللّٰہُ غَفُوۡرًا رَّحِیۡمًا ﴿۱۰۰﴾ (النساء:۹۷۔۱۰۰)

"وہ لوگ جن کی جان فرشتے نکالتے ہیں اس حال میں کہ وہ اپنے اوپر ظلم کرتے تھے، ان سے فرشتے کہتے ہیں کہ تم کس بات میں پڑے تھے۔ کہتے ہیں ہم زمیں میں کمزور تھے۔ فرشتے کہتے ہیں کیا اللہ کی زمین کشادہ نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کرتے تو ایسوں کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ لوٹنے کی بہت بری جگہ ہے۔ مگر وہ جو دبا لیے گئے مرد اور عورتیں اور بچے جنھیں نہ کوئی تدبیر بن پڑے نہ راستہ جانیں تو قریب ہے کہ اللہ ایسوں کو معاف فرمائے اور اللہ معاف فرمانے والا بخشنے والا ہے۔ اور جو اللہ کی راہ میں گھر بار چھوڑ کر نکلے گا وہ زمین میں بہت جگہ اور گنجائش پائے گا اور جو اپنے گھر سے نکلا اللہ و رسول کی طرف ہجرت کرتے ہوئے پھر اسے موت نے آلیا تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ پر ہو گیا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔"

امام بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ نے آیت نمبر ۹۷ کی تفسیر میں ارشاد فرمایا:

"یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ایسی جگہ کو چھوڑ دینا واجب ہے جہاں مسلمان اپنا دین قائم نہ کر سکے۔" "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جس شخص نے اپنا دین بچانے کے لیے ایک سرزمین سے دوسری سرزمین کی جانب کوچ کیا اس کے لیے جنت واجب ہو گئی اگرچہ وہ زمین کی ایک ہی بالشت چلا، اور وہ اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام اور نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا رفیق ہو گا۔"

تفسیر بیضاوی کے محشی شہاب خفاجی نے فرمایا:

"بلاد کفار اور ایسے ہی ان شہروں کو چھوڑ دینا واجب ہے جہاں شعائر اسلام برپا نہ کیے جا سکے۔"

جیسا کہ حضرت ابن عربی مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو نقل کرتے ہوئے کہا:

"یہی حکم وَبازدہ شہروں کا ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری شرح البخاری میں ارشاد فرمایا: سعید بن جبیر نے اس آیت سے یہ حکم مستنبط کیا کہ اس سرزمین کو چھوڑ دینا واجب ہے جہاں معصیت پر عمل کرنا پڑے۔"

اکتیسویں فصل

عصری علوم روحانیت سے دور اور مادیت کا شیدا بناتے ہیں

اگر تم یہ کہو کہ عصری علوم اور چھوٹی اور بھاری صنعتوں کا علم حاصل کرنے کے سبب فرنگیوں نے بہت سے ممالک پر اپنا قبضہ جما لیا ہے، یہاں تک کہ انھوں نے ایسے جنگی آلات ایجاد کیے جن کی نظیر گزشتہ زمانوں میں نہیں ملتی۔ زمین کے چپہ چپہ میں اپنی مصنوعات پھیلا دیے، ان کے ذریعہ اور اپنی حکمت عملی اور فوجی قوت کے بل بوتے زمین کے مال و دولت ہتھیا لیے اور اس کے بہت سے باشندوں پر حکمراں بن بیٹھے، اس لیے جب تک ہم ان کے اسکولوں میں داخل نہیں ہوں گے، صنعت و حرفت کا فن نہیں سیکھ سکتے نہ ہم جنگی آلات مثلاً گولہ، بارود، بندوق اور توپ وغیرہ بنانے کا طریقہ جان سکتے ہیں۔ حالاں کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ (الانفال: ٦٠)

"اور ان کے لیے تیار رکھو جو قوت تمھیں بن پڑے۔"

لہٰذا ضروری ہے کہ ہم ان اداروں میں ان علوم اور صنعتوں کا علم حاصل کریں تاکہ وہ قوت تیار کر سکیں جس کا اللہ نے ہمیں حکم دیا ہے۔

میں کہتا ہوں: ان اسکولوں میں مذکورہ بالا مذموم اور منحوس طریقہ کے مطابق داخل ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے جو دین کو دلوں سے بالکل ہی نکال دیتا ہے یا اس میں حد سے زیادہ فساد پیدا کر دیتا ہے، جس کا انجام ہلاکت اور ہدایت سے گمراہی کے سوا کچھ نہیں۔

اگر ہم مان لیں کہ ان اسکولوں میں تربیت پا کر اپنے دین کو برباد کرنے والے بچوں کا شمار عصری علوم اور مغربی صنعتوں کے ماہرین میں ہونے لگے یہاں تک ان میں کوئی اپنے زمانے کے تمام لوگوں پر فائق ہو جائے، تو کیا یہ اس دین کا بدل نہیں ہو سکتا ہے جس سے وہ محروم ہو گئے۔

جدید صنعتوں اور دین میں بگاڑ نہ پیدا کرنے والے عصری علوم کی تعلیم، بچوں کی اسلامی اسکولوں میں تربیت ہو جانے، ان کے دلوں میں دین اسلام کے راسخ ہو جانے اور ان کے بڑے

ہوجانے کے بعد بھی ممکن ہے۔ پھر اب وہ عیسائی اسکولوں میں منتقل ہوں گے بھی تو اس سے نہ ان کے دین کو کوئی نقصان پہنچے گا اور نہ ان سے ہدایت کو گمرہی سے بدلنے کا اندیشہ رہے گا۔

بتیسویں فصل

کافروں کی دوستی ہلاکت کا سبب ہے

کچھ جاہل مسلمان عیسائی اور فرنگی اسکولوں میں اپنے بچوں کو داخل کر کے ان کے دلوں سے قریب ہونے، اور اس کے ذریعہ ان سے دوستی کا اظہار کرنے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ وہ ان کے محبوب نظر بن سکیں اور وہ یہ کہیں کہ فلاں کے اندر کوئی دینی تعصب نہیں۔

اے جاہل وخدا کے نافرمان! کیوں تو اس بات سے عار محسوس کرتا ہے کہ تیرے بارے میں یہ کہا جائے کہ فلاں شخص اپنے دین پر سختی سے کاربند ہے۔ اور کیوں تو ان سے اپنی دینی عصبیت کو پردے میں رکھے۔ حالاں کہ وہ اپنی دینی عصبیت پر فخر کرتے اور دوسروں سے اس کا اظہار یوں کرتے ہیں کہ دوسروں کے اسکولوں میں اپنے بچوں کا داخلہ نہیں کراتے حالاں کہ ان کا مذہب ایسی باطل ترین بنیادوں پر قائم ہے کہ حقیقتاً انھیں اس سے عار کرنا چاہیے۔ جب کہ تیرا دین حق پر سب سے زیادہ قائم ہے۔ جس پر بلاشبہہ فخر کیا جانا چاہیے۔

تیرا تعلق تو اس دین اسلام سے ہے جو تمام ادیان میں سب سے بہتر اور افضل ہے۔ بلکہ یہی ایسا سچا دین ہے جس کے فضل وکمال پر نہ اگلوں میں کوئی اضافہ ممکن ہوا نہ بعد والوں میں۔ اس لیے الحمدللہ ہمیں اس معزز نسبت پر پورا فخر کرنے کا حق ہے جس سے بلند تر کوئی نسبت نہیں۔

میں دارہ کا بیٹا ہوں اسی سے میرا نسب مشہور ہے ☆ اے لوگو! کیا دارہ میں کوئی عیب ہے

اے کاش تم جان لیتے کہ دینی عصبیت کیا چیز ہے؟ دینی عصبیت یہ ہے کہ تم اپنے دین کو مضبوطی سے تھام لو۔ اللہ کی حلال کردہ چیزوں کو حلال جانو اور اس کی حرام کردہ چیزوں کو حرام۔ اللہ ہی کے لیے محبت کرو اور اسی کے لیے دشمنی۔ دین اسی کا نام ہے۔ اور تمھیں معلوم ہے کہ دین اسلام کی بنیاد اعلان واظہار پر ہے نہ کہ کسی نیک بات کو دل میں مخفی اور پوشیدہ رکھنے پر۔ گناہوں کی ہی پردہ

پوشی کی جاتی ہے اور جو پردہ پوش ہوتا ہے وہ تجھ سے بھلائی کے ساتھ ہی ملے گا۔

دیکھو! اللہ تعالیٰ نے ہر روز پانچ مرتبہ اذان کس طرح مشروع فرمایا اور مسلمانوں نے اس کے لیے مئذنے (اذان گاہ) بنوائے اور تمام ممالک میں بر سر عام علانیہ باآواز بلند اذانیں دیں۔

اے بے راہ جاہل! کیا تو اسے اِس خیال خام کے سبب چھپائے گا کہ اسے ظاہر کرنا تیرے لیے عار کی بات ہے اور اس کا مظاہرہ نہ کرکے تو کافروں کی محبت پالے گا۔ تف ہو تجھ پر اے بے ہمت اور بزدل مسلمان! کہ تو غیرت اسلامی سے محروم ہو چکا ہے۔ کیا تو نے کبھی کسی عقل مند کے بارے میں سنا ہے کہ اپنی بے مثال شرف و بزرگی چھپانے کی کوشش کر رہا ہے اور اپنے دوستوں اور دشمنوں کے سامنے اس کا بیان کرنے میں اسے شرم آرہی ہے۔ تم نے اس بارے میں اب تک جو واقعات سن رکھے ہیں ان میں ایک حیرت ناک واقعہ یہ ہے کہ: ایک صاحب ثروت مسلمان جو نماز، روزہ اور دیگر عبادات کا بڑا پابند تھا اور جاہل صلحا میں اس کا شمار کیا جاتا تھا وہ ایک بڑے عیسائی کی دعوت میں شریک ہوا۔ عیسائیوں نے جب دستر خوان پر اس کے سامنے شراب رکھی تو اس نے جام اٹھا کر اس خوف سے پی لیا کہ وہ یہ نہ کہیں کہ یہ اپنے دین میں بڑا متعصب ہے۔

اور اس نے اپنی جہالت و نادانی میں یہ گمان کر لیا کہ یہ شیطانی خیال اس کے لیے ایک عذر بن جائے گا اور اس کی طاعتوں میں اس سے نقص و خلل نہ ہو گا۔ تو جہل اور اس کی آفتوں کو دیکھو۔

تینتیسویں فصل

مشنری اسکولوں سے طلبہ کو نجات دلانے کی صورتیں

جو بھی صاحب ایمان مسلمان بچوں کو عیسائی اسکولوں سے نکال سکتا ہے، اس پر لازم و فرض ہے کہ اپنی وسعت کے مطابق انہیں نکالے۔

اس کی چند صورتیں ہیں: (۱) اس بچے کا باپ یا سرپرست اس کا دوست ہو تو وہ اسے منع کرے اور ترغیب و ترہیب میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھے۔ (۲) اس بچے کے والد کے بعض دوستوں کے ساتھ اس کے تعلقات ہیں تو وہ انہیں یہ کام سپرد کرے۔ (۳) اس کی یہ بات کسی ایسے شخص

کے پاس پہنچادے جس کا حکم اس پر نافذ ہو جیسے حاکم یا اور کوئی۔(۴)اگر فقر و محتاجی کی بنیاد پر باپ نے اپنے بچے کو ان اسکولون میں داخل کرایا ہے تو اسے مالی مدد فراہم کرے جیسا کہ بچیوں کے ان اسکولوں میں ہوتا ہے جنہیں بیروت وغیرہ میں پروٹسٹنٹوں نے کھول رکھے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ جو بھی تدابیر اور ذریعہ مسلمان بچے یا بچی کو نکالنے میں بروے کار لا سکے لائے اگر وہ ایسا نہیں کرے گا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مستحق عذاب ہوگا۔اور اگر وہ مذکورہ بالا طریقہ کے مطابق ان اسکولوں میں کسی بھی مسلمان بچے کے داخلہ پر اور اس کے کفر پر راضی ہے تو یہ بھی اسی طرح کافر ہے جیسے کہ وہ جس نے اپنی رضامندی سے انہیں داخل کرایا، اس لیے کہ کفر پر راضی ہونا بھی کفر ہے۔اللہ ہی ہدایت کرنے والا اور اسی پر اعتماد ہے۔

چونتیسویں فصل

اہلِ نظر اپنی ذمہ داریاں نبھائیں

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے ارشاد فرمایا:"بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں کو سلطان کے ذریعہ جس کام سے روک دیتا ہے اس کام سے قرآن کے ذریعہ نہیں روکتا۔" اگرچہ میری یہ کتاب مذکورہ عیسائی اسکولوں میں مسلمان بچوں کے داخلہ کے عدم جواز کے بیان پر مشتمل ہے بلکہ ان میں جو بچے عیسائی بچوں کے ساتھ ان کے گرجا گھروں میں جاکر ان کی جیسی عبادت کرتے ہیں ان کے اور اس پر راضی رہنے والے ان کے آبا اور ان کے سرپرستوں کے کفر کے بیان پر مشتمل ہے، تاہم شک نہیں کہ اس کتاب کا ان بہت سے توفیق یافتہ مسلمانوں کے دلوں میں اثر ہوگا جو اس سلسلہ میں حکمِ شرع سے نابلد تھے۔اور جب انہیں معلوم ہوگا تو شریعت کی پیروی کریں گے اور اپنی اولاد کو اور اپنی سرپرستی میں پڑھنے والے بچوں کو ان اسکولوں سے نکال لیں گے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کریں گے۔لیکن یہ ان فاسقوں، دین سے سرتابی کرنے والوں، زندیقوں اور منافقوں کے دلوں میں کوئی اثر نہ ڈال سکے گی جن کی چشم بصیرت کو اللہ تعالیٰ نے بے نور کر دیا ہے۔لہذا ذمہ دار حضرات پر لازم ہے کہ وہ ان جاہلوں کو ان اسکولوں میں اپنے اولاد کو اور ان بچوں کو داخل کرانے سے روک دیں جو ان کی زیر سرپرستی ہیں۔یہ ان بچوں پر ان کی

شفقت اور ان کے دین کی حفاظت و سلامتی کے لیے ان کا احتیاط ہوگا۔ اور ہدایت تو اللہ کے دست قدرت میں ہے اور ہمیں جو بھی طاقت وقدرت حاصل ہے اسی کی عطا ہے۔

پینتیسویں فصل

دوسروں کو دیکھ کر غلط روی اختیار کرنا نقصان دہ ہے

اگر تم اعتراض کرو کہ ہم بعض بڑے بڑے (نامی گرامی) مسلمانوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ ان اسکولوں میں اپنے بچوں کو پڑھاتے ہیں اور انہیں ضرور اپنے دینی و دنیوی امور کا علم ہے تو اگر وہ اس میں کوئی ضرر و نقصان دیکھتے تو اپنے بچوں کو اس میں نہ رکھتے۔

میں اس کا یہ جواب دوں گا کہ ان کا دنیوی اعتبار سے بڑا ہونا ان کے فسق اور دین میں ان کے جہل و بے علمی سے مانع نہیں۔ وہ اپنے ہی جیسے فاسقوں اور جاہلوں کے لیے پیشوا اور نمونہ بن سکتے ہیں مگر کسی ایسے مسلمان کے لیے نمونہ نہیں بن سکتے ہیں جسے حرام سے اجتناب اور حلال کی بجاآوری کی فکر دامن گیر رہتی ہے۔ یہ لوگ ظاہری اعتبار سے اگرچہ نامی گرامی ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ وہ خود بڑے رذیل اور گھٹیا ہیں

ہاشمی خاندان کا ہونا سود مند نہ ہوگا☆ اگر نفس باہلی ہو۔ یعنی نفس میں رذالت اور سفلہ پن ہو۔

اگر یہ لوگ واقعی بڑے مسلمان ہوتے تو وہ اپنے دین اور مذہب کی محبت میں دیگر مسلمانوں سے بڑھے ہوئے ہوتے اور اپنے قومیت اور حکومت کے بارے میں ان سے زیادہ غیرت مند ہوتے۔ اور اگر وہ ان اوصاف کے حامل ہوتے تو عیسائی اسکولوں میں اپنے بچوں کا داخلہ نہ کراتے؛ کیوں کہ اسکول سے نکلنے کے وقت ان کی حالت یہ ہوجاتی ہے کہ وہ تمام بلند مرتبہ اور ستودہ اوصاف سے محروم ہوچکے ہوتے ہیں۔

اے انصاف پسند مسلمانو! تمہیں اللہ کی قسم! بتاؤ کیا جس کی یہ حالت ہو وہ مسلمانوں میں سب سے بڑا ہوگا یا سب سے پست اور حقیر ہوگا۔ نہیں، نہیں بلکہ بخدا! وہ سب سے بڑے ذلیلوں اور کمینوں سے بھی بڑا ذلیل اور کمینہ ہوگا خود وہ عیسائی اور فرنگی بھی اس کے شاہد ہیں جن کے اسکولوں میں وہ اپنے بچوں کو پڑھا رہا ہے۔ اسی لیے ان فرنگیوں نے اپنے لیے یہ حالت پسند

نہیں کی؛ کیوں کہ ہم دیکھتے ہیں کہ مسلمانوں کے اسکول خواہ کتنے ہی کامیاب کیوں نہ ہوں، ان میں کوئی عیسائی اپنے بچوں کو نہیں پڑھاتا ہے۔ اور نہ ہی ایک عیسائی دوسرے عیسائی فرقے سے تعلق رکھنے والوں کے اسکولوں میں پڑھاتا ہے۔ وہ یہ سب اس لیے کرتے ہیں کہ ان کی اولاد کا دین محفوظ رہے۔

اس بے توفیق شخص کو دیکھو اور اس کی اس حالت پر تعجب کرو کہ اس نے مذکورہ طریقے پر اپنی اولاد کو عیسائی اسکولوں میں ڈال کر نہ صرف اپنے رب، نبی اور دین سے عداوت کی بلکہ اپنے ملک اور ہم مذہبوں سے دشمنی کی بلکہ خود اپنی ذات سے بھی دشمنی کرلی، اور اپنے دین کے ان دشمنوں کی نگاہ سے بھی گر گیا جن کے اسکولوں میں اس نے اپنے بچے کا داخلہ کرایا ہے؛ کیوں کہ اس کے بعد وہ اس پر پورا بھروسہ نہیں کریں گے، اس لیے کہ وہ جانتے ہیں کہ جس کا کوئی دین نہیں ہوتا وہ امانت دار نہیں ہوتا۔

رہے وہ مسلمان جو اپنے بچوں کو عیسائی اسکولوں میں رکھتے ہیں تو ان کا بڑکپن ان کے سب سے بڑے جاہلوں اور اپنے امور دین میں سب سے کم عقلوں میں شامل ہونے کے منافی نہیں ہے۔ اگرچہ وہ بظاہر عقل مندوں اور بڑے لوگوں میں شمار کیے جاتے ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے کافروں کے بارے میں ارشاد فرمایا:

يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ ۝ (الروم:۷)

''وہ دنیا کی ظاہری زندگی کو جانتے ہیں اور آخرت سے پورے طور پر بے خبر ہیں۔''

اور اللہ تعالیٰ نے انھی کے بارے میں ارشاد فرمایا:

اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ۝ (الفرقان:٤٤)

''وہ نہیں ہیں مگر چوپائے جیسے بلکہ ان سے بھی بدتر گمراہ''

اسی طرح ہم ان عیسائی کافروں کو اپنی نگاہوں سے بھی دیکھتے ہیں کہ واقعی ان کی یہی حالت ہے کہ وہ دنیا میں تو منتہائے کمال کو پہنچ گئے لیکن انہیں دین کی ابتدائی منزل تک بھی رسائی حاصل نہیں ہوئی وہ حشر ونشر اور ان امور سے غافل ہیں جو موت کے بعد درپیش ہوں گے، انہیں اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل نہیں ہوتی ہے، وہ اللہ تعالیٰ، اس کے نبی محمد ﷺ اور قضا وقدر پر

ایمان نہیں رکھتے ہیں۔

ان میں کچھ دین دار ہیں بھی تو وہ تثلیث الہ کا عقیدہ رکھتے ہیں اور یہ مانتے ہیں کہ تین ایک ہے اور ایک تین ہے، اور عیسیٰ علیہ السلام کو خدا مانتے ہیں جب کہ یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ وہ ہمارے ہی جیسے بشر ہیں، کھاتے پیتے ہیں، تھکتے ہیں، آرام کرتے ہیں، چلتے ہیں، سوار ہوتے ہیں، وہ مقہور و مغلوب ہوئے اور ان کے گمان کے مطابق انہیں قتل کرکے سولی پر لٹکا دیا گیا۔

ان کا عقیدہ یہ ہے کہ جس روٹی پر پادری گرجا گھر میں پڑھ کر دم کرتے ہیں، وہ دم کرنے سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جسم میں بدل جاتی ہے، پھر وہ اسے اس نیت سے کھا لیتے ہیں کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام کا جسم ہے، اسی طرح جس شراب پر پادری پڑھ کر دم کر دیتے ہیں وہ عیسیٰ علیہ السلام کے خون میں بدل جاتی ہے پھر وہ لوگ اسے عیسیٰ علیہ السلام کا خون سمجھ کر پی لیتے ہیں۔ ان میں جس کا یہ عقیدہ نہیں ہے، وہ ان کے مذہب کے مطابق کافر ہے، عیسائی نہیں ہے۔

جب آپ ان کے ان دینی عقائد کو دیکھیں گے تو بلا شبہہ یہی فیصلہ کریں گے کہ ایسا اعتقاد رکھنے والا سب سے بڑا پاگل ہے۔ اور جب ان میں سے بعض کے ہاتھوں دنیاوی مہمات کو انجام پاتے دیکھیں گے تو آپ کے لیے اس بات میں شک کی کوئی گنجائش نہ رہے گی کہ وہ سب سے بڑا عقل مند ہیں۔ تو وہ دین کے معاملے میں پوری دنیا کے تمام انسانوں سے بڑے جاہل اور امور دنیا میں سب سے بڑے عقل مند ہیں۔ لیکن دنیاوی معاملات میں ان کی عقلوں کا جو حال ہے وہی اگر دینی امور میں بھی ہوتا تو اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ دین، اسلام کے سوا کوئی دوسرا دین اختیار نہ کرتے، کیو ں کہ اسلام وہ دین ہے جس کے عقائد، احکام اور اصول کی خوبی پر مختلف زمانوں، ملکوں اور اقوام کے ان تمام عقلا کا اتفاق ہے جو سب سے بڑے ارباب فضل و کمال تسلیم کیے گئے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے جنت پیدا فرمائی اور اس کے لیے جنتیوں کو وجود بخشا جو نہ گھٹ سکتے ہیں اور نہ بڑھ سکتے ہیں۔ اسی طرح جہنم بنا کر اس کے لیے جہنمیوں کو پیدا فرمایا جن کی بھی تعداد نہ گھٹ سکتی ہے اور نہ بڑھ سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے اس کے کاموں کے بارے میں کوئی سوال نہیں کر سکتا، ہاں وہ بندوں سے باز پرس فرمائے گا اگر اللہ تعالیٰ انھیں دین اسلام سے محبت کی راہ دکھاتا اور وہ اس کی عطا کردہ صلاحیتوں اور فہم و ادراک کو اس کی معرفت میں استعمال کرتے تو انھیں یقین ہو جاتا کہ یقیناً اسلام

ہی اللہ کا سچا دین ہے اور وہ ہر دروازے سے اسلام میں جوق در جوق داخل ہو جاتے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے دین حق سے ان کے دل پھیر دیے اسی لیے انہوں نے دین حق سے اپنی نگاہیں پھیر لیں۔ دنیا اور اس کے علوم میں دور نکل گئے۔ اور اس کے معلوم نامعلوم کی تحقیق میں اپنی زندگیاں جھونک دیں۔ اس لیے ان کی عقلیں مرض برسام میں مبتلا ہو جانے کی وجہ سے مستور ہو گئیں اور ان عقلوں نے انھیں اپنے اوہام کے سمندر میں غرق کر دیا۔ وہ شکل و صورت سے تو عقل مند معلوم ہوتے ہیں، مگر حقیقت میں ان کے پاس عقل نہیں ہے، وہ بظاہر بیدار ہیں مگر در اصل خواب غفلت میں ہیں۔ جب موت آنے کے بعد ان سے ان کے خواب غفلت کا پردہ اٹھے گا تو وہ بیدار ہوں گے اور تب انھیں معلوم ہو گا کہ دنیا کہ جس عیش و عشرت میں وہ محو تھے اس کی حقیقت خواب پریشاں سے زیادہ نہ تھی۔ (جب غبار آلودہ ماحول صاف ہو گا تو دیکھ لے گا کہ گھوڑے پر سوار ہے کہ گدھے پر)

چھتسویں فصل

مسلمان اشاعت دین کے لیے کمربستہ ہو جائیں

حیرت ہوتی ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ فرنگی اپنی قومیتوں کے اختلاف کے باوجود اپنے مذہب کی ترویج و اشاعت کی حد درجہ خواہش رکھتے ہیں۔ حالاں کہ ان میں اکثر کا عقیدہ یہ ہے کہ مذہب کوئی چیز نہیں، لیکن وہ یہ مانتے ہیں کہ ان کی بنیادی حکمت عملی کا تقاضا یہ ہے کہ ان کے لیے ایک دین کا ہونا ضروری ہے جس پر وہ اپنی قومی شیرازہ بندی کر سکیں۔ اور چونکہ ان کی نشو ونما بچپن ہی سے عیسائی مذہب کی روشنی میں ہوتی ہے۔ اس لیے اس پر متفق ہونے کے ساتھ وہ اسے دوسرے مذہب سے بہتر خیال کرتے ہیں اور دوسری اقوام کو اس کی دعوت بھی دیتے ہیں۔ چنانچہ اس کے لیے طرح طرح کی تنظیمیں تشکیل دیتے ہیں۔ کثیر سرمایا جمع کرتے ہیں، دعوت دین کے لیے سرگرم معلّمین تیار کرتے ہیں، انھیں مبشرین (خوشخبری سنانے والوں) کے نام سے موسوم کرتے ہیں، اور انھیں روئے زمین کے چپے چپے میں پھیلا دیتے ہیں، تا کہ یہ لوگوں کو اپنے مذہب کی دعوت دیں، پوری دنیا میں قریب یا دور دراز کے ممالک کے شہروں اور دیہاتوں میں مختلف تعلیم

گاہیں کھولتے ہیں، عیسائی اعتقادات سے بحث کرنے والی بے شمار کتابیں شائع کرتے ہیں، ان پر کثیر سرمایا صرف کرتے ہیں، اور دور و نزدیک کے علاقوں میں ان کی نشر واشاعت کرتے ہیں۔ ان فرنگیوں کا ایک طریقہ یہ ہے کہ وہ کچھ ایسے پادری بھی بھیجتے ہیں جن کا معمول یہ ہوتا ہے کہ وہ گاؤں میں گھومیں پھریں اور بچوں اور جاہلوں کو عیسائی مذہب کی کوئی کتاب پڑھ کر سنائیں۔ تاکہ انھیں راہ حق سے بہکا سکیں۔ مزید بر آں عیسائیوں نے کچھ دیہاتوں میں اسکول کھول رکھے ہیں اور ہر حیلہ بہانہ سے مسلمانوں کے بچوں کو ان اسکولوں میں کھینچ لاتے ہیں۔ لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے کہ ان سے اور ان کی تعلیم گاہوں سے دور رہیں۔ اور اپنے بچوں اور ان پڑھوں کو ان کے پاس جمع نہ ہونے دیں اگرچہ یہ اجتماع بطور تماشا ہی کیوں نہ ہو۔ اس لیے کہ ہو سکتا ہے کہ چھوٹے بچوں کے ذہن و دماغ میں ان کا کوئی گمراہ عقیدہ گھر کر جائے جو دین اسلام کے خلاف ہو۔ اور اس کا وبال ان کے والدین اور ذمہ داروں پر ہی ہوگا۔

اپنے مذہب کی ترویج واشاعت میں عیسائیوں کی یہ حالت ہے جب کہ ہم بہت سے مسلمانوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ دین اسلام کی نشر واشاعت کی کچھ پرواہ نہیں کرتے ہیں۔ عیسائیوں کی طرح سرمایا بھی صرف نہیں کرتے ہیں اور جو شرک کے رسوم اور اسلام کے تعلق سے شکوک و اوہام فاسدہ ان کے ممالک کے ہم وطنوں اور خود ان کے بچوں کے دلوں میں پیدا ہو رہے ہیں ان کے رد و ابطال کو وہ کوئی اہمیت نہیں دیتے، کیا یہ تمام باتیں سب سے بڑی رسوائی، سب سے عظیم نقصان اور بدترین حرماں نصیبی کے زمرے میں نہیں آتیں؟ بالخصوص ایسے زمانے میں جس میں کفر ایمان پر حملہ آور ہے۔ گمرہی بڑھ چکی ہے اور لوگ لگاتار حد سے تجاوز کر رہے ہیں۔ استعین باللہ تعالیٰ وھو نعم المستعان.

سینتیسویں فصل:

عیسائی پادریوں کا فریب

بیروت ”لبنان “میں عیسائی پادریوں کا ایک مطبع ہے، جہاں سے انھوں نے بہت سے کتابیں اور ایسے ادبی مجموعے شائع کیے جن کو انھوں نے مسلمانون کی کتانوں سے یکجا کیا ہے۔ لیکن

چوں کہ وہ نقل میں امانت دار نہیں ہیں؛ اس لیے انھوں نے جن کتابوں سے نقل واقتباس کا کام کیا ان سے ان عبارتوں کو محو کر دیا جن میں اسلام کی تائید اور رسول اللہ ﷺ کی عظمت کا بیان تھا۔

اس کی ایک مثال ان کی شائع کی ہوئی کتاب "فقه اللغة" ہے جس کے خطبہ میں رسول اللہ ﷺ کی عظمت کا بیان تھا؛ اس لیے مکمل طور پر اسے حذف کر دیا۔ دوسری مثال ان کی طبع کردہ "الالفاظ الکتابیة" ہے جس کے بہت سے مقامات پر عبارتوں میں رد وبدل کر دیا گیا ہے۔ اگر مصنف نے کسی مقام پر "کما قال الله تعالیٰ" (جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے) کہا تو اس کو "کما قال القائل" (جیسا کہ قائل نے کہا) یا "کما قیل" (جیسا کہ کہا گیا) جیسی عبارتوں سے بدل دیا۔

انھوں نے متعدّد حصوں پر مشتمل ایک بڑا مجموعہ تیار کیا، جس کا اکثر حصہ مسلمانوں کی کتابوں سے ماخوذ تھا۔ اس میں بھی انھوں نے ان عبارتوں کو حذف کر دیا جن کا تعلق دین اسلام کی تعظیم اور محمد ﷺ کی عظمت شان کے اظہار سے تھا، بلکہ کہیں کہیں تو علماے اسلام کی صحیح اور خوبصورت عبارتوں کو اپنی فاسد اور بھونڈی عبارتوں سے بدل ڈالا۔ اور یہ رد وبدل ان عبارتوں میں کرتے ہیں جن کا تعلق سید المرسلین ﷺ کی ذات اور دین اسلام سے ہو۔

لہٰذا بیروت کی "المطبعة الیسوعیة" سے چھپی ہوئی کتابوں سے میں تمام مسلمانوں کو خبر دار کرتا ہوں، اگر چہ وہ مسلمانوں کی تالیفات وکتب ہی کیوں نہ ہوں۔ رہے وہ مجموعے جن کو انھوں نے خود یکجا کر کے چھاپا تو ان سے تو بدرجۂ اولیٰ بچنا چاہیے۔ مثلاً وہ مجموعہ جس کا نام انھوں نے "مجانی الادب" رکھا ہے، یہ چند حصوں پر مشتمل ہے۔ کیوں کہ وہ لوگ نقل میں امانت داری سے کام نہیں لیتے ہیں، کلمات میں تحریف کرتے ہیں، ان کی مفید ومضر باتوں کو خلط ملط کر دیتے ہیں، زہر کو قند بنا کر پیش کرتے ہیں اور درست کی جگہ نادرست کو رکھ دیتے ہیں۔

مسلمانو! ان کی کتابیں کھریدنے سے باز رہو کیوں کہ بخدا میں نے پورے علم ویقین کے ساتھ تمھیں خبر دی ہے۔ اس میں ظن وتخمین کا کچھ بھی دخل نہیں۔

اور جب تم ان کی کسی کتاب پر کسی مسلمان عالم کے نام سے کوئی تقریظ دیکھو تو اس کا اعتبار نہ کرو؛ کیوں کہ جب یہ ثابت ہو چکا ہے کہ وہ نفس کتاب ہی میں تحریف وتبدیل کر دیتے ہیں، اپنے مذہب کے خلاف جانے والی چیزوں کو حذف کر دیتے ہیں اور اس کے موافق مواد کو ملا دیتے ہیں

اگرچہ وہ صاحب کتاب کے دین کے خلاف ہوں، تو اپنی خواہشات اور مصلحتوں کے موافق ان تقاریظ میں تصرف کرنا ان سے بعید نہیں ہے۔ اس لیے مسلمانوں! ان کی کتابوں سے دور رہو۔

اڑتیسویں فصل:

مدارسِ اسلامیہ کی ذمہ داریاں

اسلامی درسگاہوں پر لازم ہے کہ وہ اہل سنت وجماعت کے عقائد کے خلاف کوئی بھی تعلیم نہ دیں، اگرچہ پڑھی جانے والی کتاب کا مقصد عقائد کے علاوہ کچھ اور ہو۔ جیسے کتاب "نہج البلاغۃ" بعض اسلامی اداروں میں فصاحت وبلاغت کی مشق وممارست کے لیے طلبہ کو پڑھائی جاتی ہے۔ کیوں کہ اندیشہ ہے کہ کم عمری کے سبب ان کے دلوں میں رفض وشیعیت کا کوئی عقیدہ نہ قرار پاجائے جس کے نتیجہ میں ہو وہ بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے اوپر اعتراض کرنے لگیں، اور کچھ صحابہ کو چھوڑ کر کچھ کی جانب مائل ہوجائیں اور ان سے زیادہ محبت کرنے کے سبب دوسروں سے بغض کرنے لگیں۔ پناہ بخدا!

کتاب مذکور کو سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی جانب منسوب کرنے کی کوئی سند نہیں۔ بلکہ ان کی طرف اس کا انتساب سراسر غلط اور نادرست ہے۔ سچائی سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ حافظ ذہبی کی کتاب "میزان الاعتدال" اور اسی طرح "کشف الظنون" میں ہے: جو شخص کتاب "نہج البلاغہ" کا مطالعہ کرے گا اسے اس بات پر یقین ہوجائے گا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جانب ایک جھوٹی بات منسوب کی گئی ہے کیوں کہ اس میں سیدنا حضرت ابو بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما پر صریح سب وشتم کیا گیا ہے اور ان کی تنقیص شان کی گئی ہے۔ اس کتاب کا مؤلف شریف رضی یا شریف مرتضیٰ ہے جیسا کہ ابن خلقان نے بیان کیا ہے اور یہ دونوں شیعوں کے سرغنے ہیں۔

بلا شبہہ جس طرح اس کتاب کی بہت سی عبارتوں کا تعلق سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے کلام سے ہے، اسی طرح اس کی بہت سی عبارتیں گڑھ کر آپ کی طرف غلط منسوب کر دی گئی ہیں۔ لہٰذا اہل سنت وجماعت کے کسی فاضل کو چاہیے کہ وہ اس کی تلخیص اس طرح کرے کہ اس کی قباحتوں

اور خرابیوں کو حذف کردے اور اس کی اچھائیوں کو برقرار رکھے۔ اور پھر مدراس میں اس کا پڑھنا اچھا قرار دیا جائے اور اس سے قلبی مسرت و روحانی خوش حالی حاصل کی جائے۔ لیکن بحالت موجودہ چوں کہ اس میں حق و باطل گڈمڈ ہیں اس لیے مسلمان بچوں کے لیے مدارس میں اس کا پڑھنا قطعاً جائز نہیں ہے۔

میں نے شرفاے بیروت میں ایک کی زبانی ایک ایسی بات سنی جس میں شیعیت کی بو آرہی تھی۔ میں نے اسے اس بات سے روکا اور پوچھا تمھیں یہ بات کہاں سے معلوم ہوئی؟ حالاں کہ یہ تمھارے شہر کے لوگوں کا مذہب نہیں ہے۔ اس نے جواب دیا: بچپن میں مدرسے میں "نهج البلاغه" پڑھی تھی اسی سے یہ بات ملی۔

مسلمانو! اس کتاب کو پڑھنے سے بچو، جب تک کے اس کی تلخیص اس طور پر نہ کر دی جائے کہ اس کی خرابیوں کو دور کر دیا جائے اور اس کی اچھی باتوں کو باقی رکھا جائے۔

علماے کرام نے صراحتاً بیان کیا ہے کہ واقدی کی کتاب "فتوح الشام" کو پڑھنا جائز نہیں ہے؛ کیوں کہ اس میں جھوٹی اور من گڑھت باتیں بیان کی گئی ہیں۔ حالاں کہ انھوں نے اپنی دروغ گوئی سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی تعریف کی ہے۔ ان کی شجاعت و بہادری کو بیان کیا ہے اور ان کی فتوحات کی خبریں دی ہیں۔ لہٰذا "نهج البلاغة" کا پڑھنا بدرجۂ اولیٰ ناجائز ہوگا، کیوں کہ وہ صحابۂ کرام کی مذمت میں صریح جھوٹ پر مشتمل ہے۔ حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ان کذب بیانیوں سے پاک ہیں۔

مدارس کے معلّمین کو میں نصیحت کرتا ہوں کہ وہ اس کتاب کو نہ پڑھائیں اور تمام مسلمانوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ اس کتاب کو نہ خریدیں جب تک کہ کوئی اس کا خلاصہ اس طرح نہ تیار کردے کہ اس کی گندی باتیں حذف کردے کے اور اس کی اچھی باتیں باقی رکھے۔

ایک ناپسندیدہ کام جس کا ارتکاب عراق کے غیر عرب کر رہے ہیں وہ یہ ہے کہ وہ اپنے علما کی ایک جماعت کو جسے وہ اپنی طرف سے تنخواہ دیتے ہیں اس لیے بھیجتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کے مابین عقائد رفض و شیعیت پھیلا کر انھیں گمراہ کریں۔ بہت سالوں سے وہ اس ضرر رساں کام کے خوگر ہو چکے ہیں۔ وہ دیہی علاقوں اور قبائل میں گھومتے ہیں یہاں تک کہ ان کے سبب عراق کے عرب

دیہاتی باشندے اور گاؤں کے رہنے والے عوام اکثر رافضی ہوجاتے ہیں۔مسلمانان اہل سنت کو چاہیے کہ وہ ان سے ہوشیار رہیں؛کیوں کہ دین اسلام میں ان کا ضرر بدترین ضرر سے ہے۔

انتالیسویں فصل

علماے کرام سے خطاب

اے علماے اسلام ، اے شہسواران رہوار قلم، اے خطباۓ ممبر و محراب اور اے اجتماعات اور جلسوں کے صدر نشینو!آپ لوگ کہاں ہیں۔ان عوام کو کیوں نہیں سمجھاتے جو اپنے دین کے امور میں چوپایوں کی طرح ہیں۔اگرچہ ان میں بعض دنیاوی امور میں ارباب عقل ودانش سے گنے جاتے ہیں لیکن یہ دینی امور میں ان کے جاہل رہ جانے سے مانع نہیں ہے۔کیوں کہ یہ ممکن ہے کہ ایک انسان اپنے دنیاوی معاملات میں عقل مند ہو مگر دین سے بے خبر ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

يَعۡلَمُوۡنَ ظَاهِرًا مِّنَ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا ۖ وَهُمۡ عَنِ الۡاٰخِرَةِ هُمۡ غٰفِلُوۡنَ۝ (الروم:۷)

”وہ آنکھوں کے سامنے کی دنیوی زندگی کو جانتے ہیں اور آخرت سے پورے طور پر بے خبر ہیں۔“

نیز انھی کے بارے میں ارشاد فرمایا:

اِنۡ هُمۡ اِلَّا كَالۡاَنۡعَامِ بَلۡ هُمۡ اَضَلُّ سَبِيۡلًا ۝ (الفرقان:٤٤)

”وہ تو نہیں ہیں مگر جانوروں جیسے بلکہ ان سے بھی بدتر گمراہ۔

ہم ان عیسائی کافروں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں جو دنیاوی معاملات میں منتہاے کمال کو پہنچے ہوئے ہیں۔اور دین میں اس کی ابتدا تک بھی نہ پہنچ سکے ،بلکہ ان میں اکثر حشر ونشر اور ان امور سے غافل ہیں جو موت کے بعد انھیں پیش آئیں گی۔وہ زندیق ہیں جو کسی بھی دین کو نہیں مانتے ہیں اور نہ رب العالمین کو پہچانتے ہیں۔

ان میں تھوڑی تعداد میں جو دین پسند ہیں بھی وہ عیسائی عقائد پر قائم ہیں۔ان کا عقیدہ ہے کہ خدا تین ہیں اور وہ تینوں ایک ہیں،اور حضرت مسیح علیہ السلام کی ذات ہی اللہ ہے۔اور خدا کی ذات ہی

مسیح ہے۔ جب کہ یہ بھی عقیدہ رکھتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام انھیں کی طرح انسان ہیں، کھاتے پیتے ہیں، سوتے جاگتے ہیں اور قضاے حاجت کرتے ہیں۔ وہ عاجز و ناتواں اور ذلیل و رسوا ہوئے کیوں کہ ان کے زعم کے مطابق ان کے دشمن یہودیوں نے ان کے مخالفین کی مدد کی اور انھیں تختۂ دار پر لٹکا دیا۔ ان کے گمان کے مطابق یہودیوں نے انھیں سولی دے دی۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی عقیدہ رکھتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام ہی ان کے رب ہیں اور ان یہودیوں کے بھی جنھوں نے ان کے گمان کے مطابق عیسیٰ علیہ السلام کو سولی دی ہے۔

ان کا عقیدہ یہ ہے کہ جس روٹی پر گرجا گھر میں پادری پڑھ کر دم کر دے وہ دم کرنے کی وجہ سے عیسیٰ علیہ السلام کے جسم میں بدل جاتی ہے اور جس شراب پر پڑھ کر دم کر دے وہ ان کا خون ہو جاتی ہے۔

جب آپ ان فاسد عقیدوں میں غور کریں گے تو آپ کو اس میں کوئی شک نہیں ہوگا کہ ایسا عقیدہ رکھنے والا سب سے بڑا پاگل ہے۔ اور جب آپ ان کی دنیوی ایجادات میں غور کریں گے تو اس میں بھی کوئی شک نہیں ہوگا کہ وہ سب سے بڑے عقلمند ہیں۔ دنیاوی معاملات میں ان کی جیسی عقل ہے اگر دین میں بھی ویسی ہی ہوتی تو اللہ تعالیٰ کے سچے دین، دین اسلام کے سوا کوئی دوسرا دین اختیار نہ کرتے۔ کیوں کہ اسلام ہی وہ دین ہے جس کے عقائد، احکام اور قواعد و اصول کے اچھے ہونے پر مختلف زبانوں، ملکوں اور اقوام کے تمام علمندوں کا اتفاق ہے۔ لیکن بات یہ کہ اللہ تعالیٰ نے جنت بنائی اور اس کے لیے جنتیوں کو پیدا فرمایا اور وہ مؤمنین ہیں۔ اور اسی طرح جہنم بنایا اور اس کے لیے جہنمیوں کو پیدا فرمایا اور وہ کافر ہیں۔ سبحان ربك رب العزت عما يصفون.

چالیسویں فصل

اپنی کتاب "حجة الله على العالمين في معجزات سيد المرسلين ﷺ" میں، میں نے یہ بیان کیا ہے کہ حضور ﷺ کی نبوت اور دین اسلام کے صحیح ہونے کی سب سے روشن اور واضح دلیل یہ ہے کہ جب بھی کوئی عقل مند اسلام میں غور و فکر کرتا ہے، اس کے معانی جاننے کی پوری کوشش کرتا ہے، اس کے احکام اور اصول و فروع سے آگہی کے سمندر میں غوطہ زن ہوتا ہے

اور اس کے معقول و منقول کے مابین تطبیق دیتا ہے تو اسلام میں اس کے رسوخ، اس کی محبت اور اس پر اعتقاد کی قوت میں اضافہ ہوتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ آپ دیکھتے ہیں کہ امت محمدیہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم میں سب سے بڑے عقل مند، سب سے زیادہ صاحب فضل و کمال اور سب سے زیادہ شریعت اسلامیہ کا علم رکھنے والے، اس دین کے خدمت گزار ہیں۔ اور یہ محدثین، فقہا، صوفیہ اور متکلّمین کی جماعت ہے۔ یہ حضرات لاکھوں میں ہیں جن کا شمار نہیں کیا جاسکتا۔

ان علما کی تفسیر، حدیث، عقائد، فقہ اور تصوف سے متعلق دینی کتابیں دنیا کے گوشے گوشے میں پائی جاتی ہیں ان کے علاوہ ان کی غیر مذہبی کتابیں بھی ہیں۔ سارے ادیان و ملل کے فضلا اور تمام ممالک کے عقلا ہر نوع پر مشتمل ان کی کتابیں حاصل کرنے پر فخر محسوس کرتے ہیں اور ان میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی حد سے زیادہ کوشش کرتے ہیں۔ بہترین تحفے ہیں۔ وہ ان کتابوں کو تمام ملکوں سے بڑی بڑی رقمیں دے کر جمع کرتے ہیں یہاں تک کے ان کے پاس مسلمانوں سے کہیں زیادہ ان کتابوں کا ذخیرہ موجود ہے۔ انھوں نے ان کی لاکھوں جلدیں جمع کرلی ہیں، انھیں وہ اپنی عام اور خاص لائبریریوں میں رکھنے پر فخر محسوس کرتے ہیں۔ اس میں چھپی ہوئی حکمت یہ ہے کہ نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی دعوت عام ہو اور بروز قیامت ان پر مزید حجت قائم کی جاسکے۔ و اللہ اعلم.

اسی حکمت خداوندی کے تحت انھوں نے اپنے مابین قرآن کریم کی نشر و اشاعت کا خوب اہتمام کیا اور نہایت ہی عمدگی اور ضبط کے ساتھ اپنے ملکوں میں اسے چھاپا اور اپنی اپنی زبانوں میں اس کا ترجمہ کیا۔ جب کے ان کے نزدیک ان کی دینی کتب اور ان کے علما کی تالیفات اس قدر و منزلت کا دسواں حصہ بھی حاصل نہیں ہوا۔ ان کے نزدیک وہ عام کتابوں کی طرح بے وقعت اور حقیر بلکہ اس سے بھی زیادہ گئی گزری ہیں۔

مزید برآں دین اسلام کے علاوہ دوسرے کسی دین میں بحیثیت جتنی کتابیں لکھی گئیں اگر ہم ان کا موازنہ کریں تو وہ کثرت میں مسلمانوں کے ایک امام کی تالیفات کا بھی مقابلہ نہیں کرسکتیں۔ حالاں کہ ایسے مسلم متقدمین اور متاخرین علما و ائمہ، ہزاروں کی تعداد میں ہیں اور ان کی تالیفات کا شمار ممکن نہیں ہے۔ اور اگر ہم ان کا شمار ممکن بھی مان لیں تو بھی وہ ہزار ہا ہزار، ہزار ہزار

تک پہنچ جائیں گی تاآں کہ یہ کہتے کہتے سانس ٹوٹ جائے۔ چناں چہ علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ کی تصنیفات پانچ سو کے قریب ہیں، جن میں بہت سی متعدّد جلدوں پر مشتمل ہیں۔ان میں اکثر دینی کتابیں ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی، علامہ سیوطی سے پہلے کے عالم دین ہیں، ان کی بھی کثیر تالیفات ہیں اور ملا خسرو اور ملا احمد خیالی تو ابن حجر عسقلانی سے بھی پہلے کے ہیں۔امام نودی اور شیخ اکبر محی الدین بن العربی کا زمانہ ان حضرات سے پہلے ہے۔شیخ اکبر کی تالیفات سیکڑوں تک جا پہنچیں جن میں بہت سی کئی کئی جلدوں پر مشتمل ہیں اور وہ سب دینی کتابیں ہیں۔امام غزالی ﷺ کا بھی یہی حال ہے اور یہ ابن العربی سے پہلے کے ہیں۔

مذکورہ بالا علماے دین سے پہلے اور ان کے زمانے میں اور ان کے بعد کثیر ائمہ مثلاً امام شعرانی، ابن حجر مکی، مناوی، احمد فاروقی، ابن پاشا وغیرہم پیدا ہوئے۔اور اگر میں چاہوں تو ایسے ہزاروں ائمہ اسلام کے نام شمار کرا سکتا ہوں جن سے میں واقف ہوں۔اور عہد سلف صالحین سے لے کر اب تک کہ وہ حضرات جنھیں میں نہیں جانتا اور جن کے بارے میں نہیں سنا اور جن کی تالیفات پر مطلع نہ ہو سکا، وہ الگ ہیں۔

اس کے برخلاف اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب میں جو کتابیں لکھی گئیں ہیں، وہ سب مل کر بعض اکابر علماے اسلام کی تالیفات میں سے ایک تالیف کے مقابل بھی نہیں ہو سکتی ہیں، جیسے تفسیر شیخ اکبر کہ یہ سو جلدوں میں ہیں، اسی طرح امام رازی کی تفسیر کبیر اور ابن نقیب مقدسی کی تفسیر ، ان میں سب سے عظیم کارنامہ وہ ہے جسے سید عبد الوہاب شعرانی نے "المنن الکبری" کے چھٹے باب میں ذکر کیا ہے کہ اصحاب طبقات نے بیان کیا ہے کہ حافظ ابن شاہین نے تین سو تیس کتابیں تصنیف کی ہیں جن میں قرآن مجید کی تفسیر ایک ہزار جلدوں پر، اور مسند فی الحدیث سولہ سو جلدوں پر مشتمل ہیں۔ان کے علاوہ اور بھی کتابیں ہیں۔حافظ ابن شاہین کی آخری زندگی میں روشنائی فروش نے کتابت کے لیے منگائی گئی روشنائی کا حساب کیا تو اٹھارہ سو رطل تک جا پہنچی۔

بیان کیا گیا ہے کہ شیخ عبد الغفار قوصی نے مذہب شافعی کے بیان میں ایک ہزار جلدیں تصنیف فرمائی۔اور جلال الدین ﷺ نے بیان فرمایا ہے کہ شیخ ابو الحسن اشعری نے چھ سو جلدوں پر

مشتمل ایک تفسیر لکھی۔ اور یہ بغداد کے نظامیہ لائبریری میں موجود ہے۔ اس کے باوصف ایک بات یہ بھی ہے کہ ان مذاہب کی خدمت زیادہ تر عوام نے کی یا ان لوگوں نے کی جو عوام کے درجے میں تھے (یا) مزید برآں ایک بات یہ بھی ہے کہ دین اسلام کی طرح متّصل سندوں کے ساتھ سر آمد روزگار علمانے انہیں نقل نہیں کیا۔ شیخ عبدالہادی ابیاری مصری نے امام قسطلانی کے مقدمہ شرح بخاری پر اپنے حاشیے میں بیان فرمایا: ''ابن حزم نے کہا کہ ''اتصال سند کے ساتھ ایک ثقہ کا دوسرے ثقہ سے حدیث نقل کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ تک پہنچانا ایک ایسی فضیلت ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس امت کے ساتھ خاص فرمادی ہے۔ دیگر مذاہب کو یہ خصوصیت حاصل نہیں۔

جہاں تک احادیث میں ارسال اور اعضال کے موجود ہونے کی بات ہے تو یہ بہت سے یہودیوں کے یہاں بھی پائے جاتے ہیں لیکن وہ ان کے ذریعہ حضرت موسی علیہ السلام سے اتنے قریب نہیں ہوتے جتنے قریب ہم محمد رسول ﷺ سے ہوتے ہیں۔ بلکہ ان کی موقوف روایت میں ان کے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مابین تیس سال سے بھی زیادہ زمانہ حائل ہے۔ اور عیسائیوں کے یہاں تو صرف تحریم طلاق ہی اس نقل کی صفت پر ہے۔ رہیں کسی بڑے چھوٹے یا نا معلوم شخص پر مشتمل سند سے بیان کردہ روایتیں تو ان کی تعداد یہود و نصاری کی نقلوں اور روایتوں میں بے شمار ہیں۔ پھر صحابہ و تابعین کے اقوال کا جہاں تک تعلق ہے تو یہود کے لیے یہ ممکن نہیں کہ ان کے اقوال اصلاً کسی نبی کے صحابی تک یا اس صحابی کے تابعی تک بسند پہنچیں۔ عیسائیوں کے لیے یہ ممکن نہیں کہ حضرت شمعون اور بولیش سے اوپر ان کا کوئی راوی ہو۔

سابقہ میں جاہلوں، خواہشات نفسانی کے پرستاروں اور حقیر اغراض و مقاصد کے حامل لوگوں ان کتابوں میں کمی بیشی کا کھیل بھی کھیلا اور اس مین ہمہ وقت اضافہ بھی ہوتا رہا۔ عجیب و غریب حالت ہوگئی جسے دوسرے لوگ تو درکنار خود ان کے ماننے والے بھی پسند نہیں کرتے ہیں۔ نتیجۃً وہ کثیر جماعتوں میں بٹ گئے، اور حد تو یہ ہے کہ اب ان کے سب سے بڑے حصہ نے اس وقت اپنے اسلاف کے متفقہ دینی احکام کو بھی ترک کردیا ہے۔

اس کا سبب یہ ہے کہ ان میں عقلی علوم کی بہت بڑی تعداد پورے طور پر مذہب بیزار ہوگئی ہے۔ اور سائنس داں پیدا پیدا ہوئے اور جب جب انھوں نے اپنے مذاہب میں باریک بینی سے

کام لیا،ان کے عقائدو معانی میں غور وفکر کیا،ان کے اصول وفروع اور ان کے مختلف فیہ اور متفق علیہ مسائل کی معرفت میں گہرائی تک گئے توان مذاہب کے صحیح ہونے کا ان کا اعتقاد رفتہ رفتہ کم ہوتا گیا یہاں تک کہ ان کے دلوں سے دین کا اثر بالکل ہم محو ہو گیا ان میں ذرہ برابر دینی اعتقاد باقی نہ رہا اور وہ سراپا اعتراض و تنقید بن گئے انھوں نے ان مذاہب کے ردوابطال میں کثیر کتابیں تصنیف کیں یہاں تک کہ ان کے نزدیک دین سے بے گانہ ہونا عقل مندی کی علامت بن گئی۔اور اپنے مذہب کے پیشواؤں کو اپنے عرف ورواج کے مطابق دینی مراسم و معمولات بجالانے تک تک ہی محدود کردیا ہے تاکہ ان کے ذریعہ عام لوگ مذہب پر اجتماعیت کے ساتھ قائم رہیں۔اور مذہب کا معاملہ پورے طور پر زوال کا شکار نہ ہو جائے؛کیوں کہ یہ مفادِ عامہ کے خلاف ہوگا۔

ان کے بعض ارباب عقل و خرد دین اسلام کی چند خوبیوں پر مطلع ہو کر اس کے پیروکار بن گئے اور اپنے اپنے ملکوں میں لوگوں کو اس کی دعوت دینے لگے،جن کا اتباع ایک بڑی تعداد نے کیا جب اسلام کے انوار سے ان کا وجود روشن ہو گیا اور وہ اس کے بعض اسرار و حقائق سے آگاہ ہو گئے۔ ان کے بہت سے کاملان فن نے دین اسلام کی خوبی و کمال کا اعتراف کیا اور دیگر مذاہب پر اس کو ترجیح دی،یہاں تک کہ ان میں سے ایک نے اپنی کتاب میں تمام مذاہب کا ردوابطال کرنے اور دین اسلام کو سب پر ترجیح دینے کے بعد کہا:**”اگر میں کسی دین کو اختیار کرتا تو وہ دین اسلام ہوتا“**۔

یہ بات مخفی نہیں کہ کسی کے حق سے آگاہ ہو جانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ اسے مان بھی لے؛اس لیے کہ ہم بہت سے لوگوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ حق کو تسلیم نہ کر کے اس کا دیدہ و دانستہ انکار کرتے ہیں اور ضد میں باطل پر مضبوتی سے قائم رہتے ہیں۔اور اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ. (القصص:٥٦)

”بے شک ایسا نہیں کہ تم جسے اپنی طرف سے چاہو ہدایت دے دو۔ہاں!اللہ ہدایت فرماتا ہے جسے چاہے۔“

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

وَ لَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّ لَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ ﴿١١٨﴾ اِلَّا مَنْ

رَّحِمَ رَبُّكَ وَ لِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ وَ تَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ (هود:۱۱۸،۱۱۹)

”اور اگر تمھارا رب چاہتا تو سب آدمیوں کو ایک ہی امت کر دیتا۔ اور وہ ہمیشہ اختلاف میں رہیں گے۔ مگر جن پر تمھارے رب نے رحم کیا۔ اور لوگ اسی لیے بنائے گئے ہیں۔ اور تمھارے رب کی بات پوری ہو چکی کہ بے شک ضرور میں جنوں اور آدمیوں کو ملا کر جہنم بھر دوں گا۔“

بے شک امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نیکوکاروں، طاعت پر ہمیشہ قائم رہنے والوں، اور معاصی سے دور رہنے والوں کے چہروں پر رونق و تابانی اور محبت و انس نمایاں ہوتا ہے جسے ہر شخص دیکھتا ہے۔ اور مسلمان تو مسلمان کافر بھی ان کا شیدا ہو جاتا ہے اور نیکوکار مسلمانوں کے علاوہ دوسروں میں یہ خوبی نظر نہیں آتی۔ اور یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور دین اسلام کے سچا مذہب ہونے کی روشن دلیل ہے۔

اور جو فاسق ہیں، گناہوں میں ڈوبے ہوئے ہیں ان کے چہرے اداس اور بے رونق ہوتے ہیں اور ان کی یہ افسردگی و بے رونقی توبۂ بے ریا ہی سے زائل ہوگی اس میں ان فاسقوں سے آگے وہ بدعتی ہیں جو خود کو مسلمان خیال کرتے ہیں حالاں کہ وہ اپنی بدعت کے سبب اسلام سے نکل چکے ہیں اور اس کی بہت سی شرطوں کو چھوڑ چکے ہیں اااور اس میں ان بدعتیوں سے بڑھ کر وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنی پوری زندگی طرح طرح کے کفر میں گزاری، خاص طور سے ان پر ان کی آخری زندگی میں اداسی و بے رونقی کے آثار نمودار ہوتے ہیں جو کسی ایسے شخص پر مخفی نہیں ہوتے ہیں جس کے دل میں ذرہ برابر نور ایمان ہو۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے دلائل بے شمار اور ان گنت ہیں۔

وفي كل شئي له آية تدل على انه واحد

ترجمہ: ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کی نشانی ہے جو اس کے ایک ہونے پر دلیل ہے۔

یوں ہی رسالت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت اور دین اسلام کے سچا مذہب ہونے کے دلائل بے شمار اور روز روشن کی طرح عیاں ہیں، جیسا کہ ہم نے ”قصیدہ بانت سعاد“ کے ہم وزن اپنے قصیدے میں بیان کیا ہے۔

لم یجحد الله لم یجحد نبوته — الاعم عن طریق الرشد ضلیل
فکل ذرات کل الخلق شاهدة — ان لا اله سوی الرحمٰن مقبول
وان أحمد خیر الرسل رحمته — للعالمین ففیها الکل مشمول

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اور حضور ﷺ کی نبوت کا منکر وہی شخص ہوا جو راہ ہدایت سے اندھا اور بڑا گمراہ تھا۔ پوری کائنات کا ذرہ ذرہ اس بات پر شاہد ہے کہ خدائے رحمان کے سوا کوئی قابل قبول معبود نہیں ۔ اور احمد ﷺ سب سے افضل رسول اور سارے جہان کے لیے اللہ کی رحمت ہیں۔ جس میں ہر ایک شامل ہے۔

یہی وجہ ہے کہ یہ دین مبین سید المرسلین ﷺ کی بعثت کے زمانے سے آج تک تمام ملکوں میں پھیلتا اور بڑھتا ہی رہا یہاں تک کہ ہم دیکھتے ہیں کہ ہر زمانے میں دوسرے ادیان ومذاہب سے تعلق رکھنے والے لوگ عرب ہوں کہ عجم اس کے انوار ہدایت سے راہ راست پر آتے رہے اور کسی امید وبیم کے بغیر خود سے دائرۂ اسلام میں جوق در جوق داخل ہوتے رہے۔ جب کہ بقیہ مذاہب کا حال یہ ہے کہ زر کثیر صرف کرنے اور طرح طرح کی ترغیب وترہیب کے باوجود گنے چنے کم ظرف جاہلوں کے سوا ان میں کوئی داخل نہیں ہوتا ہے۔ بلکہ ہمارا مشاہدہ ہے کہ ان مذاہب کے ماننے والے فوج در فوج ان سے نکل کر کچھ اسلام میں داخل ہو گئے اور کچھ دہریہ بن گئے جن کا کوئی دین اور عقیدہ نہیں ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے مذہب میں ایسے تضادات دیکھتے ہیں جنھیں عقل سلیم رکھنے والا کوئی شخص قبول نہیں کر سکتا۔ اور ان میں جو شخص بظاہر انھیں مضبوطی سے تھامے ہوئے ہیں، وہ اس جنونی عصبیت کی وجہ سے ہے جس پر وہ نشو ونما پاتا ہے۔ تمام تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے جس نے ہمیں اپنے پسندیدہ دین، دین اسلام کا ماننے والا اور اپنے نبی محمد ﷺ کی امت بنایا۔

پند وحکمت

اے قاری! اگر تو کافروں میں سے ہو چکا ہے تو میں تجھے نصیحت کرتا ہوں اور سید المرسلین ﷺ پر ایمان لانے کی دعوت دیتا ہوں۔

و اذا لم تر الهلال فسلم لا ناس رأوه بالابصار

ترجمہ: اگر تونے چاند نہیں دیکھا تو ان لوگوں کی بات مان لے جنھوں نے اپنی نگاہوں سے چاند دیکھا ہے۔

یہ شعر چاند کے بارے میں کہا گیا ہے، تو تصور کرو اس آفتاب وجود کی کیا شان ہوگی جس کے نور سے ہر موجود نے روشنی حاصل کی۔ اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں، یقیناً عقل سلیم اور قلب بینا رکھنے والوں کے لیے سیدنا محمد ﷺ کی نبوت مہر نیم روز سے بھی زیادہ روشن ہے، اور جس طرح کبھی سورج کے سامنے بادل یا کوئی اور چیز حائل ہو جانے سے وہ دکھائی نہیں پڑتا۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ سورج کے سامنے کوئی چیز حائل تو نہیں ہوتی ہے مگر دیکھنے والوں کی نگاہوں میں کمزوری ہوتی ہے جس کے سبب وہ نظر نہیں آتا ہے، اسی طرح کبھی کبھار آفتاب رشد وہدایت یعنی نبی کریم ﷺ اور انسانی دل کے مابین معاصی کا ایک باریک پردہ حائل ہو جاتا ہے جس کے باعث وہ آفتاب رشد وہدایت محمد رسول اللہ ﷺ کو کما حقہ نہیں دیکھ پاتا اور اسے آپ کی وہ معرفت حاصل نہیں ہوتی جو آپ کے شایان شان ہے۔ اور جیسے جیسے گناہ بڑھتے جاتے ہیں ویسے ویسے دل پر تہ بتہ تاریکی جمتی جاتی ہے جس سے وہ پردہ دبیز ہو جاتا ہے اور نبی کریم ﷺ سے اس کی ناآشنائی اور بڑھ جاتی ہے۔ اس وقت یا تو اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کے شامل حال ہوتی ہے اور اسے سچی توبہ اور گناہوں سے باز رہنے اور طاعت میں مشغول رہنے کی توفیق مل جاتی ہے جس سے دل روشن اور نورانی ہو جاتا ہے اور اس روشنی کے بقدر نبی اکرم ﷺ کی ذات سے اس کی ناواقفیت دور ہوتی ہے۔ اور جب نبی کریم ﷺ کی معرفت حاصل ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کی معرفت بھی حاصل ہو جائے گی اور جب رسول ﷺ سے ناآشنا ہوگا تو اللہ تعالیٰ کو بھی نہیں جانے گا؛ اس لیے کہ نبی کریم ﷺ کی معرفت ہی اللہ تعالیٰ کی معرفت کا ذریعہ ہے۔

یا دل کی تاریکی بڑھتی اور تہ بہ تہ جمتی جاتی ہے؛ کیوں کہ اس نے اللہ کے فرماں برداروں کے کام ترک کر دیے، اس کے دفتر اعمال میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں اور گناہوں کا اضافہ ہوتا گیا، وہ ان معصیتوں اور گناہوں پر ہمیشہ مصر رہا۔ اس نے کافروں اور فاسقوں سے میل جول رکھا، ان سے محبت والفت کا رشتہ قائم رکھا اور ان کے حالات کو بنظر استحسان دیکھتا رہا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَإِنَّهٗ مِنْهُمْ ۔ (المائدہ:۱۵)

”اور تم میں جو کوئی ان سے دوستی کرے وہ انھیں میں سے ہے۔“

اسی لیے کہا گیا ہے کہ معاصی کفر کے قاصد ہیں۔یعنی کفر سے پہلے گناہوں کا صدور ہوتا ہے تاکہ وہ کفر کے لیے دل میں جگہ تیار کریں، پھر وہ کفران گناہوں کے بعد اس جگہ آجاتا ہے۔اور یہ اس وقت تک ہوتا ہے جب گناہ زیادہ ہوں اور ان پر برابر اصرار کیا جائے۔

فاسق کے دل کی تاریکی دن بدن ذاتی معاصی سے بڑھتی رہتی ہے۔اور چوں کہ اس کے پاس نیکیاں بھی نہیں ہیں جو گناہوں کا کفارہ بنیں اور ان کا اثر زائل کریں، نیز وہ اپنے معاصی کی تاریکی پر اپنے ہم صحبت کفار و فساق کی تاریکی سے بھی مدد لیتا ہے اور اسی غفلت میں وہ باقی رہتا ہے، اور ہر لمحہ کفر سے قرب اور ایمان سے اس کی دوری بڑھتی رہتی ہے، ساتھ ہی اس کا دل تاریکیوں کے سمندر میں غرق رہتا ہے جو اسے ہر چہار جانب سے محیط رہتا ہے، اس لیے وہ پورے طور پر بے نور ہو جاتا ہے اور آفتاب رشد و ہدایت محمد ﷺ کے انوار کو دیکھنے سے محروم رہ کر شیطان کا دوست بن جاتا ہے اور ایمان سے نکل کر کفر میں داخل ہو جاتا ہے۔نسأل اللہ العافیۃ.

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان کے دل میں بصارت پائی ہی نہیں گئی حالاں کہ بچپن میں اس کے اندر دیکھنے اور نہ دیکھنے کی دونوں صلاحیتیں موجود تھیں۔تو اگر اللہ تعالیٰ اس کے لیے کسی ایسے شخص کو مہیا فرما دیتا جو اسے ایمان کی راہ دکھا دے تو وہ بینا ہو جاتا۔لیکن جب اس نے اایسا کوئی راہ نما مہیا نہ فرمایا، بلکہ اس کو ایسے افراد مل گئے جن کے ساتھ اس نے اپنی نشو و نما کے مہ و سال گمرہی کی دبیز تاریکی میں گزارے۔جیسے دل کے نابینا والدین، بھائی، بہن، قریبی رشتہ دار، دوست واحباب اور اساتذہ۔تو وہ انھی کی طرح دل کا اندھا اور بے بصیرت ہو کر نشو و نما پائے گا کہ نہ اس کا بصارت سے پہلے سے کوئی تعلق ہے اور نہ انوار کے نظارے کا اسے کوئی موقع ملا۔اور یہ کافروں کی حالت ہے۔یہ وہ لوگ ہیں جو حظیرۂ ایمان میں داخل ہونے سے محروم رہے۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے، پھر اس کے والدین اسے یہودی یا عیسائی یا آگ کا

پجاری بنا دیتے ہیں۔"

توکفر کا سبب بننے والے معاصی کا نابینا پہلے بینا تھا پھر نابینائی اس کے پاس دھیرے دھیرے آئی۔ بر خلاف اس شخص کے جو کفر ہی پر پروان چڑھا وہ تو بصارت سے بالکل محروم تھا تو یکبارگی اندھے پن کی بیماری میں مبتلا ہو گیا مگر ان دونوں کے درمیان اس کے سوا اور کوئی فرق نہیں ہے کہ پہلا شخص زیادہ برا ہے؛ کیوں کہ اس نے حق کو پہچان کر اس کا دانستہ انکار کر بیٹھا اور دوسرا اس سے کم برا اس لیے ہے کہ اسے تو معرفت حق بالکل حاصل ہی نہی ہوئی وہ باطل میں پیدا ہوا اور اسی میں اپنی زندگی کے شب و روز گزارے۔ بہر حال دونوں کی نابینائی، تاریکی اور انوار اسلام کے مشاہدے سے ان کی دوری بڑھتی جاتی ہے۔ پھر جس کی حالت یہ ہو کیا اس کے لیے ممکن ہے کہ وہ نبوت محمدی ﷺ کے آفتاب عالم تاب کا نظارہ کر سکے خواہ وہ کتنا ہی روشن ہو اور پوری دنیا کو اپنی تابناک کرنوں سے مرقع انوار بنائے ہوئے ہو۔ یہاں رکاوٹ اس آفتاب کی طرف سے نہیں ہے کیوں کہ وہ تو بالکل ظاہر و آشکارا اور اپنی خیرہ کن روشنی سے معمور ہے۔ بلکہ رکاوٹ اس دل نابینا کی طرف سے ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ ﴿٤٦﴾ (الحج: ٤٦)

"آنکھیں اندھی نہیں ہوتی ہیں، بلکہ وہ دل اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔

مزید فرمایا:

وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ﴿٤٠﴾ (النور: ٤٠)

"اور جسے اللہ نور نہ دے اس کے لیے کہیں نور نہیں۔"

بے شک نگاہوں کا اندھا جانتا ہے کہ وہ اندھا ہے اور وہ یہ تصدیق کرتا ہے کہ دن کا سورج موجود ہے اور وہ یہ بھی تسلیم کرتا ہے کہ اس کا سورج کو نہ دیکھ سکنا خود اس کی طرف سے پائی جانے والی ایک رکاوٹ کی وجہ سے ہے۔ لیکن دل کا اندھا اپنے دل کے اندھے پن کو نہ سمجھتا ہے نہ اسے تسلیم کرتا ہے، بلکہ آفتاب نبوت ﷺ کے وجود ہی کا انکار کر بیٹھتا ہے حالاں کہ وہ دن کے آفتاب سے بھی زیادہ روشن ہے۔

یہ جان لینے کے بعد آپ کے لیے آیت کریمہ کا معنیٰ پورے طور پر واضح ہو گیا کہ حقیقی اندھا

وہی ہے جو دل کا اندھا ہو، وہ نہیں ہے جو نگاہوں کا اندھا ہو۔ اور یہ سب کچھ معلوم ہو جانے کے بعد آپ کو اس پر تعجب نہیں ہو گا کہ ہمارے برگزیدہ سردار محمد ﷺ کے آفتاب نبوت کا اس کے آسمان انسانیت پر ہمیشہ جلوہ فگن رہنے اور پوری دنیا کو اپنی ضیا باریوں سے پوری طرح بقعۂ نور بنا دینے کے باوجود کفار نے کیوں انکار کیا؟

خاتمہ

جماعت کے ساتھ رہنے، کتاب و سنت کی پیروی کرنے اور یہود و نصاریٰ اور دیگر مذاہب والوں کی کتابوں سے اجتناب کرنے کے بیان میں۔

اس میں ذکر کردہ احادیث میں نے حافظ منذری کی کتاب "الترھیب والترغیب" اور حسام ہندی کی "ترتیب الجامع الکبیر" سے لیا ہے۔

امام مسلم وغیرہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب خطبہ دیتے تو آپ کی مبارک آنکھیں سرخ ہو جاتیں، آواز بلند ہوتی، اور غضب میں شدت ہوتی۔ ایسا لگتا کہ آپ (دشمن کے) کسی لشکر سے ڈراتے ہوئے ارشاد فرما رہے ہیں: وہ صبح کو یا شام کو تم پر لشکر کشی کرنے والا ہے۔

ارشاد فرماتے: "مجھے اور قیامت کو ان دو انگلیوں کی طرح مبعوث کیا جائے گا" پھر آپ انگشت شہادت اور بیچ کی انگلی کو ملاتے۔

مزید فرماتے امّا بعد! یقیناً بہترین کلام، کتاب اللہ ہے۔ اور بہترین سیرت محمد ﷺ کی سیرت ہے۔ اور بد ترین کام، دین میں کوئی ایسی نئی بات نکالنا ہے جس کی کوئی اصل شریعت میں نہ ہو۔ اور ہر بری بدعت گمراہی ہے۔ پھر فرماتے: ہر مومن پر خود اس سے زیادہ میرا حق ہے جس نے مال چھوڑا وہ اسکے ورثا کے لیے ہے۔ اور جس نے دین اور حاجت مند اہل و عیال چھوڑا اس کے دین کی ادائگی اور اہل و عیال کی نگرانی میرے ذمہ ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص کوئی ایسا کام کرے جو ہمارے دین کے مطابق نہیں ہے۔ تو وہ نہ مقبول ہے۔ (امام مسلم)

امام حاکم نے بسند صحیح حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کا خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:اے لوگو!بے شک شیطان اس بات سے مایوس ہو چکا ہے کہ تمھاری اس سرزمین میں اس کی پرستش کی جائے۔لیکن وہ اس بات پر خوش ہوگا کہ اس کی پیروی ایسے برے کاموں میں کی جائے جنھیں تم حقیر سمجھتے ہو۔ اس لئے ہوشیار رہو!یقیناً میں نے تمھارے درمیان ایک ایسی چیز چھوڑی ہے جسے تم مضبوطی سے تھامے رہوگے تو ہرگز کبھی گمراہ نہیں ہوگے۔وہ چیز کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:جو شخص میری امت میں بگاڑ پیدا ہونے کے وقت میری سنت پر مضبوطی سے قائم رہے گا،اس کو سو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔(بیہقی)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:شیطان بکری کے بھیڑیے کی طرح ،انسان کا بھیڑیا ہے کہ جس طرح جنگل کا بھیڑیا تنہا یا دور چلی جانے والی بکری کو اپنا شکار بنالیتا ہے اسی طرح جماعت اور عام لوگوں سے دور رہنے والے کو شیطان بھی اپنا شکار بنالیتا ہے،اس لیے تم جماعت ،باہمی الفت و محبت،اور مساجد کو اپنے اوپر لازم کرلو اور گروہوں میں بٹ جانے سے بچو۔(طبرانی)

ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:اللہ تعالیٰ میری امت کی رائے کا اتفاق کبھی گمرہی کی بات پر نہ ہونے دے گا اس لیے سواد اعظم کی پیروی کرو۔بے شک اللہ تعالیٰ کی مدد جماعت کے ساتھ ہے ۔

اور جو جماعت سے الگ ہوا وہ جہنم میں گیا۔(حاکم)

حضرت اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:اللہ تعالیٰ کی مدد جماعت کے ساتھ ہے،لیکن اگر کوئی اس سے الگ ہو جائے تو شیطان اسے اچک لیتا ہے، جس طرح ریوڑ سے الگ تھلگ رہنے والی بکری کو بھیڑیا اچک لیتا ہے۔ (طبرانی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دو ایک سے بہتر ہے ،تین دو سے اور چار تین سے، تمھارے اوپر جماعت کی پیروی لازم ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد جماعت کی ساتھ ہے اور اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے میری امت کو ہدایت پر جمع فرما دیا، یقین رکھو کہ جماعت سے الگ ہونے والا ہر شخص جہنم کی آگ میں جائے گا۔(ابن عساکر)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کو اس بات سے خوشی ہو کہ اسے جنت میں اعلیٰ مقام ملے ،وہ اپنے اوپر جماعت کو لازم کر لے؛ اس لیے کہ شیطان اکیلا کا ساتھ کرتا ہے اور دو سے دور بھاگتا ہے۔(دیلمی)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو اپنی جماعت سے الگ ہوا یا ہجرت کے بعد دوبارہ اعرابی ہو گیا اس کے لیے کوئی حجت نہیں ہے۔(حاکم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک سب سے بڑے بے وقوف اور سب سے بڑے گمراہ وہ لوگ ہیں جو اپنے نبی (ﷺ) کی لائی ہوئی کتاب وسنت سے رو گردانی کر کے کسی دوسرے نبی یا امت کو اختیار کرے۔ (دیلمی)

حضرت ابو یعلیٰ، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن ابی منصور، نصر مقدسی اور عقیلی، خالد بن عرفطہ سے راوی ہیں۔انھوں نے کہا: میں ابھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ قبیلہ عبد قیس کا ایک شخص آیا۔ حضرت عمر نے اس سے دریافت کیا۔ تم ہی فلاں عبیدی ہو، اس نے جواب دیا ہاں! اس پر حضرت عمر نیا پنے نیزے سے اسے مارا، اس نے پوچھا۔ امیر المومنین! کیوں یہ سزا دے رہے ہیں؟ حضرت عمر نے ارشاد فرمایا: بیٹھو، وہ بیٹھ گیا، پھر حضرت عمر نے:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الٓرٰ تِلْكَ اٰیٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِیْنِ ﴿۱﴾ اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِیًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۲﴾

[یوسف:۱،۲]

سے "لمن الغافلین" تک تین باران آیات کی تلاوت فرمائی اور تینوں بار اسے مارا۔ اس شخص نے پوچھا، امیر المومنین! کیوں مار رہے ہیں؟ حضرت عمر نے جواب دیا۔ تم نے ہی حضرت دانیال علیہ السلام کی کتاب نقل کی ہے نہ۔ اس نے کہا: آپ اپنا حکم صادر فرمائے، میں اس کی پیروی کروں گا آپ نے فرمایا: جاؤ اور اسے سیاہی اور اون سے مٹا ڈالو، پھر اب نہ اسے خود پڑھنا اور نہ کسی کو پڑھانا، اور اگر مجھے خبر ملی کہ تم نے اسے پڑھا ہے یا کسی کو پڑھایا ہے تو میں تمھیں سخت سزا دوں گا۔ پھر حضرت عمر نے خود بیان فرمایا کہ میں نے کتابیوں کی ایک کتاب کو نقل کیا پھر اسے ایک چمڑے میں لپیٹ کے سرکار کی بارگاہ میں حاضر ہوا، سرکار علیہ السلام نے پوچھا۔ عمر! تمھارے ہاتھ میں کیا ہے؟ میں نے جواب دیا۔ یارسول اللہ! یہ کتاب ہے، جسے میں نے اپنے حاصل شدہ علم پر اضافہ کے لئے نقل کیا ہے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ سخت غضب ناک ہوئے۔ یہاں تک کہ آپ کے دونوں رخسارے مبارک سرخ ہو گئے۔ پھر بلند آواز سے الصلاۃ جامعہ کہہ کر لوگوں کو جمع کیا گیا، انصار نے سوچا کہ رسول اللہ ﷺ کو ہتھیار نے غضب ناک کر دیا ہے، سب لوگوں نے حاضر بارگاہ ہو کر منبر رسول ﷺ کو گھیر لیا حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: اے لوگوں! بے شک مجھے جامع اور مختصر کلمات اور ان کے خواتیم سے نوازا گیا ہے اور میں وہ کلمات تمھارے پاس اس طرح لے کر آیا ہوں کہ وہ صاف ستھرے اور بے غبار ہیں؛ اس لیے کہیں اور حیران و سرگرداں نہ ہو۔ اور دین میں حیران و سرگرداں لوگ تمھیں دھوکے میں نہ ڈالیں۔ حضرت عمر کہتے ہیں: میں نے کھڑے ہو کر عرض کی: میں اللہ تعالی کے رب ہونے، اسلام کے دین ہونے اور آپ کے رسول ہونے پر راضی ہوں، اس کے بعد رسول اللہ ﷺ منبر سے نیچے تشریف لائے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انھوں نے کہا کہ رسول علیہ الصلاۃ والسلام نے مجھ سے دریافت فرمایا: ابن خطاب کیا تم لوگ ان جامع و مختصر کلمات کے بارے میں تردد و حیرانی میں مبتلا ہو؟ اس ذات کی قسم جس نے مجھے نبی برحق بنا بھیجا، بے شک میں تمھارے پاس انھیں صاف ستھرا اور واضح کلمات لے کر آیا ہوں۔ اس ذات کی قسم جس نے مجھے برحق نبی بنا کر بھیجا، اگر میرے زمانا میں موسیٰ کلیم اللہ ہوتے تو وہ میری ہی پیروی کرتے (دارمی)

حضور ﷺ نے اگرچہ خاص طور سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر فرمایا لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور دیگر انبیا علیٰ نبینا وعلیہم الصلاۃ والسلام کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر وہ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانا پائے تو حضور ہی کی پیروی کرتے اور آپ ہی کی امت میں ہوتے، اس لیے کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر توریت اتری اور اس کے احکام شریعت محمدی ﷺ سے منسوخ ہو گئے۔ اور جہاں تک سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی بات ہے تو وہ بھی توریت کی شریعت کے اثبات و توضیح کے لیے تشریف لائے۔ یہی وجہ ہے کہ انجیل میں احکام کا بیان نہیں ہے۔ اس میں صرف قصص اور پند و نصائح کا بیان ہے۔

اس بات پر دلیل کہ انبیا کرام اگر حضور کا زمانا پاتے تو آپ ہی کی پیروی کرتے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے عہد لیا: میں تم کو جو کتاب اور حکمت دوں پھر تمھارے پاس وہ رسول تشریف لائیں جو تمھارے کتابوں کی تصدیق فرمائیں تو تم ضرور ان پر ایمان لانا اور ضرور ان کی مدد کرنا۔ فرمایا:

وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَاۤ اٰتَیْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَ لَتَنْصُرُنَّهٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَ اَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِیْ قَالُوْۤا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْا وَ اَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِیْنَ ﴿۸۱﴾ (آل عمران: ۸۱)

کیا تم لوگوں نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا سب نے عرض کی ہم نے اقرار کیا۔ فرمایا: تو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں تمھارے ساتھ گواہوں میں ہوں۔

ایک دوسری حدیث میں موسیٰ علیہ السلام علاوہ ایک دوسرے پیغمبر کا بھی ذکر آیا ہے۔

بیہقی اور عبد الررف نے حضرت زہری سے مرسلاً روایت کی، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، اگر تمھارے درمیان میری موجودگی کے زمانے میں حضرت یوسف علیہ السلام تمھارے پاس تشریف لاتے اور تم مجھے چھوڑ کر ان کی پیروی کرتے تو ضرور گمراہ ہو جاتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انھوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے توریت سیکھنے کے بارے میں دریافت کیا تو سرکار علیہ السلام نے فرمایا: توریت نہ سیکھو، بلکہ قرآن سیکھو جو تمھاری طرف اتارا گیا اور اس پر ایمان رکھو۔ (بیہقی)

ابونعیم نے حلیہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی، انھوں نے بیان کیا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں خیبر گیا وہاں میں نے ایک یہودی کو ایک ایسا کلام پڑھتے ہوئے پایا جو مجھے بھا گیا، میں نے اس سے پوچھا: جو تم پڑھ رہے تھے وہ مجھے لکھوا سکتے ہو۔ اس نے جواب دیا ہاں! میں ایک چمڑا لے کر اس کے پاس گیا تو مجھے املا کرانے لگا۔ جب میں واپس لوٹا، تو حاضر خدمت ہو کر میں نے عرض کی یا رسول اللہ! میں ایک یہودی سے ملا وہ ایک ایسا کلام پڑھ رہا تھا کہ آپ کے بعد میں نے ویسا کلام نہیں سنا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: شاید تم نے اسے لکھ بھی لیا ہے، میں عرض کی ہاں! سرکار نے حکم دیا میرے پاس لے کر آؤ، میں گیا اور اسے لے کر آیا تو سرکار نے فرمایا بیٹھ کر اس کو پڑھو۔ کچھ دیر میں نے اسے پڑھا پھر آپ کے رخسار مبارک کو دیکھا کہ اس کا رنگ بدل چکا ہے اب میں مارے خوف کے ایک حرف بھی آگے نہ بڑھ سکا، اس کے بعد میں نے سرکار علیہ السلام کو وہ پیش کر دیا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ایک ایک نقش کو اپنے لعاب سے مٹاتے اور یہ ارشاد فرمانے لگے: ان لوگوں کی بات نہ مانو، یقیناً یہ لوگ حیران و سرگرداں ہیں۔ بالآخر آپ نے اس کا آخر حرف تک مٹا ڈالا۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل کتاب سے کسی بھی چیز کے بارے میں مت پوچھو، کیوں کہ مجھے یہ اندیشہ ہے کہ وہ تمہیں سچی بات بتائیں اور تم انھیں جھٹلاؤ، یا وہ تمہیں جھوٹی بات بتائیں اور تم ان کی تصدیق کر بیٹھو۔ تمھارے اوپر قرآن کی پیروی لازم ہے۔ بے شک اس میں تمھارے اگلوں اور بعد والوں کی خبریں ہیں اور تمھارے باہمی معاملات کا واضح بیان موجود ہے۔ (ابن عساکر)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انھوں نے کہا: اہل کتاب عبرانی زبان میں پڑتے تھے اور مسلمانوں کے لیے عربی میں اس کی تفسیر کرتے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل کتاب کی نہ تصدیق کرو اور نہ ان کو جھٹلاؤ، بلکہ کہو ہم اللہ تعالیٰ پر اور اس قرآن پر ایمان لائے جو ہماری جانب اتارا گیا۔

یہ حکم اس وقت ہے جب ہمارے دین کی علانیہ مخالفت نہ ہوتی ہو اور اگر ہمارے دین کی کھلم کھلا مخالفت ہوتی ہو تو ان کی تکذیب ہم پر واجب ہے۔ اور اگر ہمارے دین کی بظاہر موافقت ہو

تی ہو تو اس صورت میں ہم ان کی تصدیق کریں گے۔

توریت وانجیل وغیرہ کا حکم بیان کر کے میں اس خاتمہ کو مکمل کرتا ہوں۔

شہاب خفاجی نے "شرح الشفاء" کے شروع میں عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کی وہ روایت نقل کی ہے جس میں توریت سے متعلق عطاء بن یسار کی جانب سے پوچھے گئے سوال کے جواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کیفیت کا بیان ہے۔ اس کے بعد شفا خفاجی نے بیان کیا: اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ قریش اور عربی تھے، لہٰذا ان سے توریت وغیرہ کتب قدیمہ کے بارے میں پوچھنا مناسب نہ تھا اور فقہا نے بیان کیا ہے کہ ان کا پڑھنا جائز نہیں ہے۔ تو اس کا کیا جواب ہوگا؟

میں کہتا ہوں: اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عبداللہ توریت پڑھتے تھے اور اسے لکھتے بھی تھے، اور برہان حلبی نے مقتفی میں ذکر کیا ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ توریت زبانی یاد کرتے تھے، اور بزار نے بروایت ابن لعیعہ عن وھب بیان کیا ہے کہ عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما نے خواب میں دیکھا کہ ان کے ایک ہاتھ میں شہید ہے اور دوسرے میں گھی۔ اور وہ دونوں کو چاٹ رہے ہیں، جب صبح ہوئی تو انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنا خواب بیان کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا: تم توریت اور قرآن دونوں کی تلاوت کیا کرتے تھے۔

اور جہاں تک توریت کی قرأت سے ممانعت کی بات ہے، تو اگرچہ فقہا نے اس کو صراحتًا بیان کیا ہے لیکن یہ حکم اپنے اطلاق پر نہیں ہے، اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم توریت پڑھتے تھے، اور سرکار علیہ الصلاۃ والسلام نے انھیں منع بھی نہیں فرمایا، لہٰذا ثابت ہوا کہ یہ حکم اس شخص کے ساتھ مقید ہے جو اس منسوخ اور تحریف شدہ احکام میں فرق و امتیاز نہ کر سکے۔ اور اس میں مشغول ہو کر اپنا وقت برباد کرے۔ لیکن جو شخص ایسا نہ ہو اس کے لیے توریت پڑھنا منع نہیں ہے بلکہ رجم وغیرہ جن احکام کے یہود منکر ہیں ان میں ان پر الزام کے لیے توریت پڑھنا مطلوب ہے۔

پھر خفاجی نے کہا: بعض شروح میں مصنف وغیرہ پر اعتراض کیا گیا ہے جو توریت اور دوسری تحریف شدہ آسمانی کتابوں سے زیادہ نقل کرتے ہیں۔ حالاں کہ فقہا نے ان کا پڑھنا اور ان

میں غور و فکر کرنا حرام قرار دیا ہے۔ کیوں کہ ان میں تحریف و تبدیل کر دی گئی ہے، اور بعض فقہا نے مبالغہ سے کام لیتے ہوئے کہا: توریت کے اوراق سے استنجا کرنا جائز ہے، لیکن یہ نہایت ہی نا مناسب حکم ہے جس کو زبان پر لانا بھی مناسب نہیں ہے۔

شرح تجانی میں ہے اگر ان کتابوں میں ایسی بات موجود ہو جس میں تحریف نہ ہونے پر نظر جمتی ہو اور اس میں غور کرنے سے کسی مقصد شرعی کا حصول ہوتا ہو تو بعید نہیں کہ اس میں غور کرنا اور مشغول ہونا مباح ہو۔

المجمع العلمی اپنی خدمات کی روشنی میں

(۱)-مختلف کتابوں کی نشر واشاعت، کتابیں یہ ہیں:

(۱) خصائصِ مصطفیٰ
(۲) روحِ ایمان
(۳) فلسفۂ قربانی
(۴) جلوۂ مدینہ
(۵) نصرۃ الاصحاب
(۶) متفقہ فتویٰ علمائے اسلام
(۷) مسلکِ رضا
(۸) اسلام کی چار اصولی صلاحیتیں
(۹) تمہیدِ ایمان
(۱۰) ارشاداتِ اعلیٰ حضرت
(۱۱) تقریبات میں عورتوں کی شرکت
(۱۲) پردہ کیا ہے؟
(۱۳) ارشاداتِ خواجہ غریب نواز
(۱۴) اصلاح العوام
(۱۵) ذکرِ معراج
(۱۶) فیضانِ حدیث
(۱۷) سیرتِ انسانِ کامل
(۱۸) ارشاداتِ ربانی بزبانِ یٰسں سبحانی
(۱۹) ماں باپ کا مقام
(۲۰) مشنری اسکولوں میں مسلم طلبہ کا انجام

(۲)-تاج الشریعہ لائبریری کا قیام جس میں اس وقت معتد بہ درسی وغیر درسی کتابیں موجود ہیں

(۳)-ہر ہفتہ بزمِ فیضانِ رضا کا انعقاد۔

(۴)-ہر پندرہ دن میں دو جدارے نکالنا۔

(۱) کوکب، اردو میں
(۲) الکوکب عربی میں

اَلمَجمَعُ العِلمِیُ، جھارکھنڈ

Al-Majmaul Ilmi (Jharkhand)